ماہنامہ محدث بنارس

www.mohaddis.org

سرپرست
عبداللہ سعود بن عبدالوحید

مدیر
مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی

معاون مدیر
مولانا عبدالمتین مدنی

اس شمارہ میں

۱-درس قرآن	عبداللہ سعود بن عبدالوحید	۲
۲-درس حدیث	مولانا عبدالمتین مدنی	۴
۳-افتتاحیہ	معاون مدیر	۶
۴-داعش (I.S.I.S.) کی حقیقت..	خطبہ: ڈاکٹر صالح آل طالب	۱۰
۵-امہات المؤمنین کے فضائل...	مولانا اسعد اعظمی	۱۷
۶-فتنۂ دجال	مولانا خورشید عالم مدنی	۲۵
۷-اولیاء اور ان کی کرامات......	مولانا محمد ایوب سلفی	۳۰
۸-مزاح کی مشروعیت وحکمت......	ابوصالح دل محمد نور حسین سلفی	۳۷
۹-اب انھیں ڈھونڈھ......	یاسر اسعد اسعد اعظمی	۴۱
۱۰-اخبار جامعہ	ادارہ	۴۴
۱۱-عالم اسلام	ظل الرحمٰن سلفی	۴۵
۱۲-باب الفتاوی	دار الافتاء	۴۶

عدد مسلسل: ۳۸۵
جلد: ۳۴ ، شمارہ: ۱

ربیع الآخر ۱۴۳۷ھ = جنوری ۲۰۱۶ء

بدل اشتراک

- ہندوستان: **150** روپئے
- بیرون ممالک: **40** ڈالر
- فی شمارہ: **15** روپئے

اشتراک کے لیے ڈرافٹ مندرجہ ذیل نام سے بنوائیں

Name: **DAR-UT-TALEEF WAT-TARJAMA**
Bank: **ALLAHABAD BANK**
KAMACHHA, VARANASI
A/cNo.2**1044906358**
IFSC Code: ALLA0210547
SWIFT Code: ALLAINBBVAR

مراسلت کا پتہ
Darut Taleef Wat Tarjama
B.18/1-G, Reori Talab,
Varanasi - 221010

نوٹ : ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

یوم آخرت یعنی قیامت اور قرآن مجید

جنت کے دروازوں پر نیک لوگوں کا استقبال ہوگا

عبداللہ سعود بن عبدالوحید

﴿وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَراً حَتَّى إِذَا جَاؤُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ﴾. (سورہ زمر:۷۳)

اور جو لوگ اپنے رب (کی نافرمانیوں) سے ڈرتے تھے انہیں گروہ درگروہ جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔ جب وہ وہاں پہنچیں گے اور اس کے دروازے پہلے سے ہی کھولے جا چکے ہوں گے اور اس کے نگہبان ان سے کہیں گے کہ سلام ہو تم پر بہت اچھے رہے۔ داخل ہو جایئے اس (جنت) میں ہمیشہ کے لیے۔

بنی آدم میں نیک لوگوں کا یہی آخری مسکن ہے جہاں بقائے دوام نصیب ہوگا۔ اللہ رب العالمین نے بنی نوع انسان کے والدین یعنی آدم وحوا علیہما السلام کو پیدا کرنے کے بعد اسی جنت میں رکھا تھا اور ان کو جنت میں ایک مخصوص درخت سے بچنے کی ہدایت کی تھی۔ ابلیس نے ان دونوں کو یہ کہہ کر اللہ کی نافرمانی پر آمادہ کیا کہ یہ درخت بقائے دوام کا ہے جو اس کا پھل کھائے گا وہ ہمیشہ اسی جنت میں رہے گا۔ ایسی آرام کی جگہ جہاں ہر طرح کی نعمتیں ہوں کون نہ چاہے گا کہ وہ ہمیشہ اس جنت میں رہے۔ حضرت آدم وحوا علیہما السلام شیطان کے مکر کو نہ سمجھ سکے اور وہ اللہ کی نافرمانی کے مرتکب ہو گئے، پھر کیا تھا اللہ نے ان کو جنت سے نکال دیا اور اس روئے زمین پر اتار دیا۔ سورہ بقرہ میں ہے: ﴿قُلْنَا اهْبِطُواْ مِنْهَا جَمِيعاً فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ، وَالَّذِينَ كَفَرواْ وَكَذَّبُواْ بِآيَاتِنَا أُولَـئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ (سورہ بقرہ:۳۸-۳۹) ہم نے کہا تم سب یہاں سے اتر جاؤ۔ میری طرف سے جو بھی ہدایت تمہارے پاس پہونچے گی۔ پس جو لوگ میری ہدایت کی پیروی کریں گے تو پھر ان کے لیے کسی خوف ورنج کا موقع نہیں ہوگا اور جو اس کو قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے وہ آگ میں جانے والے لوگ ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کر لی اور اس دنیا کی خلافت عطا کر کے اس کی نعمتیں ان کے لیے مسخر کر دی۔ اور اس دنیاوی زندگی کو عمل کی دنیا اور آزمائش کا مقام بنا دیا۔ جنت میں صرف ایک درخت سے روکا تھا مگر دنیا میں آزادی دینے کے ساتھ ساتھ بہت سی چیزیں ممنوع قرار دیں۔ اور یہ فیصلہ سنا دیا کہ ایک دن سب کو لوٹ کر میرے

پاس آنا ہے جو میرے احکام کی فرماں برداری کرے گا اس کے لیے پھر کوئی خوف اور ڈر کا مقام نہیں، وہ جنت میں آجائے گا اور جو نافرمانی کرے گا اس کو جہنم میں جگہ ملے گی، جہاں ہمیشہ رہنا ہے۔

شیطان انسان کا دشمن ہے وہ کبھی نہیں چاہے گا کہ بنی آدم دوبارہ جنت میں جائیں، وہ اللہ رب العالمین کے فیصلہ سے خوب واقف ہے۔اس لیے وہ بنی نوع انسان کو سب سے زیادہ اس کام کو کرنے پر ابھارتا ہے جس کو اللہ نے معاف نہ کرنے کا فیصلہ کر رکھا ہے۔

﴿إِنَّ اللّٰہَ لاَ یَغْفِرُ أَن یُشْرَکَ بِہِ وَیَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِکَ لِمَن یَشَاءُ﴾ (سورہ نساء:۴۸)

بیشک اللہ یہ معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ شریک بنایا جائے اور اس کے سوا جسے چاہے معاف کردے گا۔

بہت سی ممنوعات میں سے ایک سب سے بڑا گناہ شرک ہے۔اللہ کے پیغمبر حضرت محمد ﷺ نے اس عظیم گناہ سے ڈرایا ہے اور ہر اس کام سے روکا ہے جو شرک یا شرک سے مشابہ ہوسکتا ہے۔اس لیے کہ اگر بنی آدم اس گناہ کا مرتکب ہوا تو پھر وہ کبھی جنت میں نہیں جائے گا۔اللہ نے فرمایا ہے: ﴿إِنَّہُ مَن یُشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاہُ النَّارُ﴾ (سورہ مائدہ:۷۲) بیشک جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے گا تو اللہ نے اس پر جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

اللہ سب کا خالق یعنی پیدا کرنے والا ہے، وہی سب کچھ بنانے والا اور سب کچھ عطا کرنے والا ہے، اس کی حکومت میں کوئی شریک نہیں ہے، جتنے انبیاء ورسل اور ملائکہ ہیں سب اسی کے بندے اور مخلوق ہیں۔اسی کا حکم ہے کہ صرف اللہ کی بندگی کی جائے۔اس کے علاوہ کسی کو پوجنا یا کسی کو حاجت روا سمجھنا شرک ہے۔اور جو کوئی بھی شرکیہ اعمال کرے گا وہ جنت میں نہیں جائے گا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔

قرآن مجید اللہ کا کلام ہے۔اس میں کائنات کی پیدائش سے لے کر یوم آخرت یعنی قیامت تک کا ذکر ہے اور قیامت کے بعد کی زندگی کی بھی تفصیل موجود ہے۔جو نصیحت حاصل کرکے اپنی آخرت بنانا چاہے بنا سکتا ہے۔اللہ تعالی ہم کو اپنا فرماں بردار بنائے اور ہر ایسے عمل سے ہمیں بچنے کی قوت عطا کرے جو اللہ کی ناراضگی کا سبب ہوسکتا ہو۔اور ہمیں اپنے فضل وکرم اور رحمت سے جنت نصیب فرمائے، آمین یارب العالمین۔

وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم.

☆☆☆

درس حدیث

سب سے اچھا کون؟

مولانا عبدالمتین مدنی

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلاً قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ؟ قَالَ: "مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَحَسُنَ عَمَلُهُ" قَالَ: فَأَيُّ النَّاسِ شَرٌّ؟ قَالَ: "مَنْ طَالَ عُمُرُهُ وَسَاءَ عَمَلُهُ". (سنن الترمذی، ح: ۲۳۳۰، محمد الالبانی، تخریج مشکاۃ المصابیح: ۵۲۵)(۵۲۱۵)، صحیح الترمذی (۱۸۹۹)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صحابی نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول! سب سے اچھا کون شخص ہے؟ آپ نے فرمایا: جس نے لمبی عمر پائی اور اچھا عمل کیا۔ اس نے پھر سوال کیا: اور سب سے برا شخص؟ آپ نے جواب دیا: جس نے لمبی عمر پائی اور برا عمل کیا۔

ایک انسان کو اس دنیا میں جو گراں قدر نعمتیں حاصل ہیں ان میں سے ایک وقت ہے، یہی وقت اس کی پونجی ہے، اسی وقت پر مشتمل شب وروز اس کی زندگی کے اوراق ہیں، اس لیے اس نعمت کی قدر اور اس کی حفاظت ہماری اولین ذمہ داری ہے اور اس کی ناقدری اور ضیاع نہ صرف اس نعمت کی ناقدری ہے بلکہ یہ بڑے خسارے کا سودا ہے، بروز قیامت جب جہنمی لوگ رب العزت سے فریاد کریں گے کہ اے رب اب ہمیں اس عذاب کے گھر سے نکال تا کہ ہم نیک اعمال کریں، ﴿وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحاً غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُم مَّا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَن تَذَكَّرَ وَجَاءكُمُ النَّذِيرُ فَذُوقُوا فَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن نَّصِيرٍ﴾ (سورہ فاطر: ۳۷)

وہ اس جہنم میں شور مچائیں گے: اے ہمارے رب ہمیں یہاں سے نکال دے۔ اب ہم نیک اعمال کریں گے، ان اعمال کے علاوہ جو ہم کرتے تھے (اللہ جواب دے گا) کیا میں نے تم کو اتنی عمر نہیں دی تھی جس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کر لیتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی آیا۔ پس جہنم کا عذاب چکھو، ظالم کا کوئی مددگار نہیں۔

وقت کی قدر نہ کرنے اور اس کا صحیح استعمال نہ کرنے کا یہی انجام ہے۔ اس لیے مذکورہ بالا حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے اس شخص کو سب سے اچھا انسان قرار دیا جو اپنے وقت کو نیک کاموں سے آباد کرتا ہے، وہ وقت کو استعمال کرتا ہے، وقت اسے استعمال نہیں کرتا، اور اس شخص کو سب سے خراب انسان جو اپنے وقت کا صحیح استعمال نہیں کرتا، لمبی زندگی پا کر بھی اس کا دامن نیکیوں سے خالی رہ جاتا ہے۔

وقت کو نیک اعمال سے آباد کرنے والے کتنے سعادت مند ہیں، اس کا اندازہ اس حدیث سے لگائیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ خزاعہ کے دو شخص مسلمان ہوئے، ایک فی سبیل اللہ شہید ہوئے اور دوسرے اس کے ایک سال کے بعد طبعی موت سے اس دنیا سے رخصت ہوئے، حضرت ابوطلحہ بن عبیداللہ نے خواب میں دیکھا کہ بعد والے کا درجہ

جسے طبعی موت آئی شہید سے اتنا بلند ہے جتنا زمین کے مقابلہ میں آسمان، ان کو اس پر تعجب ہوا اور آکر اللہ کے رسول سے اپنا یہ خواب اور استعجاب ذکر کیا، اللہ کے رسول نے کہا اس میں تعجب کی کیا بات، کیا وہ شخص شہید سے ایک سال بعد تک زندہ نہیں رہا، اس میں اس نے رمضان کا مہینہ پایا اور روزہ رکھا اور اتنی فرض نمازیں ادا کی۔ (مسند احمد: ح ۱۳۸۹،۱۴۰۱،۱۴۰۳ وسندہ حسن)

اندازہ لگائیں وقت کو نیک اعمال سے آباد کرنے والوں کے مقام وفضیلت کا کہ اس کا درجہ شہید سے بھی بلند ہو سکتا ہے۔

اس لیے ہم اس نعمت کی اہمیت کو سمجھیں، کل قیامت کے دن دوسری نعمتوں کی طرح ہم سے اس نعمت کے بارے میں بھی سوال کیا جائے گا کہ ہم نے وقت کو کیسے اور کن کاموں میں گذارا، زندگی تو اللہ کا عطیہ ہے، کوئی انسان اس میں اپنی مرضی سے کمی بیشی نہیں کرسکتا، لیکن اس کو استعمال کرنے کا اختیار اللہ نے اسے دے دیا ہے ﴿ليبلوكم أيكم أحسن عملا﴾ تا کہ تمہیں آزمائے کہ اس وقت کو پاکر سب سے اچھا عمل کون کرتا ہے۔

تو ہمیں اپنا اختیار استعمال کرکے سب سے اچھا عمل کرنے والا انسان بننے کی کوشش کرنی چاہیے، اچھے اعمال کے بغیر زندگی کی کیا قدر وقیمت ہے بلکہ اس کے بغیر تو زندگی عار ووبال، ندامت وشرمندگی اور باعث عذاب ہے اور شاید اسی لیے علماء یہ کہتے ہیں کہ لمبی زندگی کی مطلق دعا نہ دی جائے کہ اللہ آپ کی عمر کو دراز کرے بلکہ عمل صالح یا خیر کی قید کے ساتھ دعا دی جائے أطال الله بقاءَ ك على الخير. اللہ خیر پر آپ کی بقا وحیات کو طویل کرے۔

سال نو کے شروع میں عام طور پر ایک دوسرے کو بعض معاشروں میں تہنیتی پیغامات پیش کیے جاتے ہیں اور اسی طرح یوم پیدائش کی سالگرہ بھی بڑے ہی زور وشور سے منائی جاتی ہے، شرعا اس کا جو بھی حکم ہو لیکن مذکورہ بالا تحریر کی روشنی میں ایک عاقل یہ فیصلہ کرے کہ اس کا یہ عمل دانشمندی پر مبنی ہے، وہ کس بات کا جشن اور خوشی منا رہا ہے کیا اس زندگی کا جو کل اس کے لیے رسوائی اور عذاب کا باعث ہوگی اور اگر اللہ کی توفیق سے وہ وقت سے کام لینے والا اور اسے نیک اعمال سے آباد کرنے والا ہے تو پھر اطاعت گذاروں کا یہ شیوہ نہیں، وہ اترانے کے بجائے شکر بجالاتے ہیں اور یہ شکر ان کے لیے مزید توفیق کی راہوں کو کھولتا ہے۔

اس لیے سال نو کے موقع پر ہم یہ جائزہ لیں کہ مذکورہ بالا حدیث میں جن دو قسم کے لوگوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، ہم اپنے آپ کو کس قسم کے لوگوں کے ساتھ پاتے ہیں فمن وجد خيرا فليحمد الله ومن وجد غير ذلك فليتب ويحسن عمله. جو اپنے آپ کو خیر الناس کے ساتھ پاتا ہے تو وہ اللہ کی حمد وثنا بیان کرے اور جو اپنے آپ کو شر الناس کے ساتھ پاتا ہے تو وہ اپنی راہ کو تبدیل کردے اور خیر الناس کی راہ پر آجائے۔ اس میں اس کی خیریت ہے اور یہی اس سے شرعا وعقلا مطلوب ہے۔ والتوفیق بید اللہ۔

☆☆☆

افتتاحیہ

سعودی عرب کا ایک تاریخ ساز فیصلہ

معاون مدیر

حکومت سعودی عرب کے ایک جرأت مندانہ اقدام نے دہشت گردی سے متعلق اس کے غیر متزلزل موقف کو واضح کردیا اوران لوگوں کو بھی خاموش کردیا جو اپنے پروپیگنڈہ کے زور پر دنیا کو یہ باور کراتے تھے کہ یہ حکومت دہشت گردی کو فروغ دیتی ہے اوراس کی فنڈنگ اور پشت پناہی کرتی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ دنیا نے یہ بھی جان لیا کہ ملک کے اندرونی یا گردوپیش کے حالات جیسے بھی ہوں یہ حکومت کسی شرعی فیصلے کے نفاذ سے پیچھے نہیں ہٹے گی اور نہ ہی لومۃ لائم کی پرواہ کرے گی۔

حالات پر نظر رکھنے والے سعودی عرب کے سیاسی حالات سے خوب واقف ہیں پڑوسی ملک یمن میں معزول صدر علی عبداللہ صالح اور حوثیوں سے مقابلہ آرائی کے لئے وہاں کی شرعی حکومت کی فوجی امداد وحمایت، اندرون ملک داعش، القاعدہ اوران کے ہم نواؤں کی سرکوبی اوراس کے لئے نصاب تعلیم کی اصلاح سے لے کر مساجد ومدارس تک کو اس فتنہ سے پاک کرنے کی ملک گیر مہم اور تیسری طرف راس الفتنہ کے آلہ کاروں کی وقتاً فوقتاً شورش اور مسلسل سازش۔

ان تمام محاذوں پر نبرد آزما ہونے کے باوجود ۴۷ (سینتالیس) دہشت گردوں کے بارے میں شرعی عدالت کے فیصلے کا احترام اوراس کی تنفیذ یقیناً اس حکومت کا لائق تحسین کارنامہ ہے۔

حقوق انسانی کی بعض تنظیموں نے اس اقدام پر شور مچایا لیکن دنیا اس دوہرے رویے پر حیران ہے ایک طرف یہ تنظیمیں دہشت گردی سے مقابلہ کرنے کے لئے سخت سے سخت اقدام کی وکالت کرتی ہیں تو دوسری طرف دہشت گردی کو کچلنے کے لئے کئے گئے اقدام کی مذمت ایں چہ بوالعجبی است۔

اگر واقعی دنیا دہشت گردی کو موجودہ دور کا سب سے بڑا خطرہ مانتی ہے تو اسے اس اقدام کی مذمت کے بجائے تائید وحمایت کرنی چاہئے تاکہ دوسرے ممالک بھی اس سے سبق سیکھیں، دہشت گردی سے مقابلہ کرنے کا ان کے اندر حوصلہ پیدا ہو اور وہ بھی اسی طرح کے عبرتناک قدم اٹھائیں جس سے دہشت گردوں کے حوصلے پست ہوں، وہ ہتھیار چھوڑ کر مذاکرات کی میز پر آجائیں، ایک عام شہری کی طرح عزت ووقار کی زندگی بسر کریں اور عام قومی دھارا کا حصہ بن کر اپنی صلاحیت سے ملک وقوم کو فائدہ پہنچائیں۔

تعجب کی بات یہ بھی ہے کہ دہشت گردوں کے سلسلے میں اس طرح کے اقدامات بعض دوسرے ممالک میں بھی کئے گئے، وطن عزیز میں بھی اس کی مثالیں موجود ہیں، تو اس پر خاموشی اختیار کی گئی اور سعودی عرب جو ایک اسلامی ملک ہے اور جہاں شرعی احکام کا نفاذ ہوتا ہے، وہ یہ قدم اٹھاتا ہے تو اس کی مخالفت کی جاتی ہے یہ دوہری پالیسی کیوں ہے؟ اس کے پیچھے انسانی ہمدردی کا جذبہ کارفرما نہیں بلکہ کسی اور جذبہ کی بو آتی ہے۔

دہشت گردی سے مقابلہ کے لئے پوری دنیا کو ایمانداری کے ساتھ متحد ہونا ہوگا اور اس کے لئے بعض بڑے ممالک جن کے مفادات ان مجرموں سے وابستہ ہیں، ان کو تج دینا ہوگا ورنہ ساری محنت صرف ایک اسٹیج شو بن کر رہ جائے گی اور یہ آدم خور ایسے ہی دنیا کے امن وامان کو غارت کرتے پھریں گے۔

ہفتہ کے روز ۲ر جنوری کو جن ۴۷ر افراد کو سعودی عرب میں پھانسی دی گئی وہ عدلیہ کے فیصلے کے مطابق مندرجہ ذیل جرائم کے مرتکب پائے گئے:

۱- خوارج کے تکفیری عقائد کو اپنانا اور حکمرانوں کو کافر کہنا۔

۲- معصوم جانوں کے خون، مال اور عزت کو حلال سمجھنا۔

۳- سرکاری عمارتوں، پولیس تھانوں، فوجی وسلامتی دستوں، تیل کی ریفائنریز، تجارتی مراکز، شاپنگ سینٹروں، عام رہائش گاہوں اور غیر ملکی سفارتخانوں پر بلاسٹ کرنا۔

۴- ملکی معیشت اور امن وامان کو تباہ کرنا۔

۵- ناحق خون بہانا، بچے، بوڑھے اور عورتوں کو بے دریغ قتل کرنا۔

٦- ملک کی بدنامی کا ذریعہ بننا۔

۷- دوسرے ملکوں کے ساتھ ملک کے تعلقات کو نقصان پہنچانا۔

۸- دہشت گرد تنظیموں کے لئے مال جمع کرنا۔

مختلف عدالتوں میں ان افراد پر مقدمہ چلا۔ عدالتی تقاضوں کو پورا کیا گیا، چارہ جوئی کے لئے وکیل فراہم کئے گئے، کھلی عدالتوں میں سماعت ہوئی، اپنی بات کہنے کا پورا موقع دیا گیا، اس کے بعد فیصلہ آیا جسے نافذ کیا گیا۔ سعودی عرب کے مفتی اعظم سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ آل الشیخ اور امام وخطیب مسجد حرام ڈاکٹر عبدالرحمٰن السدیس (حفظهم الله) نے بھی اپنے اپنے بیان میں اس فیصلے کی تائید فرمائی۔

حسن اتفاق سے بعض دہشت گرد تنظیموں نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ یہ افراد جن کو سعودی عدلیہ نے دہشت گرد قرار

دے کران کے بارے میں سزائے موت کا فیصلہ صادر فرمایا، دہشت گرد اور ان کے کارندے تھے۔

چنانچہ بنارس سے شائع ہونے والا ہندی روزنامہ I-next مورخہ ۷ جنوری ۲۰۱۶ء کے ایک خبر بعنوان ''سعودی عرب کو دھمکایا'' شائع ہوئی جس میں القاعدہ نے یہ دعویٰ کیا کہ ان (۴۷) سینتالیس افراد میں (۴۳) تینتالیس اس کے افراد تھے جبکہ داعش نے ایک بیان میں کہا کہ ان میں اس کے ممبران (۳) تین تھے اور ان دونوں دہشت گرد تنظیموں نے سعودی عرب کو اس کا انجام بھگتنے کی دھمکی دی ہے۔

ان مجرموں میں سعودی عرب کے منطقہ شرقیہ کا ایک شیعہ اکثریتی علاقہ ''العوامیہ'' کا ایک باغی نمر النمر بھی تھا، یہ شخص حکومت کے خلاف مسلح بغاوت کے جرم میں گرفتار کیا گیا اس کے بعد اسے رہائی بھی ملی لیکن موقع سے فائدہ نہ اٹھا کر یہ پھر اپنی روش پر لوٹ گیا اور علاقہ کے امن وامان کے لئے خطرہ بن گیا چنانچہ اسے دوبارہ گرفتار کیا گیا سماعت کے دوران بھی حکومت کے خلاف اپنے موقف پر قائم رہا۔ شرعی عدالت نے اس کے بارے میں بھی فیصلہ دیا اور یہ اپنے انجام کو پہنچا۔

ایران نے اس فیصلہ پر شدید احتجاج کیا اور سعودی عرب کی مخالفت پر آمادہ ہوگیا۔ تہران اور مشہد میں سعودی عرب کے سفارتخانے اور کونصلیٹ کو نشانہ بنایا گیا اس کے عملہ کو قتل کی دھمکی دی گئی، تمام بین الاقوامی نظام اور سفارتی آداب وضوابط کو بالائے طاق رکھا گیا جس کی وجہ سے سعودی عرب نے ایران سے اپنے سفارتی تعلقات منقطع کر لئے اور بعض دیگر خلیجی ممالک نے بھی سعودی عرب کی حمایت میں ایران سے اپنے سفیر واپس بلا لئے۔

سعودی عرب کے جواں سال وزیر دفاع محمد بن سلمان آل سعود نے دی اکونومسٹ (The Economist) مورخہ ۴ جنوری ۲۰۱۶ء کو ایک طویل انٹرویو دیا جس میں پرنس نے تہران میں سعودی سفارتخانہ پر ہونے والے حملہ کے بعد دونوں ملکوں کے درمیان پیدا ہونے والی کشیدگی پر سعودی عرب کے موقف کی وضاحت کی، انہوں نے صاف لفظوں میں کہا کہ سعودی عرب ایران کے ساتھ کوئی ٹکراؤ یا کشیدگی نہیں چاہتا لیکن سفارتی تعلقات ختم کرنے کا فیصلہ صرف اس لئے کیا گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ سفارتخانہ کے کسی فرد یا اس کے اہل خانہ پر حملہ ہو اور اس کی وجہ سے حالات مزید بگڑ جائیں اور یہ بات ایران کے لیے رسوائی اور پریشانی کا باعث بن جائے، اس سے بچنے کے لئے یہ قدم اٹھایا گیا۔

دنیا کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ سعودی عرب کے اندر سنی شیعہ تفریق نہیں ہے، سرکاری اداروں میں ان کی نمائندگی ہے ان کی مساجد، مدارس اور حسینیات (امام باڑے) موجود ہیں جن میں وہ اپنے مذہبی شعائر کو ادا کرتے ہیں۔

اسی طرح عدالتی نظام میں بھی کوئی تفریق نہیں۔ جہیمان اور اس کے ساتھی جنھوں نے حرم مکی کے اندر شر وفساد برپا

کیا وہ سب سنی تھے اوران سب کو جن کی تعداد ۶۱ (اکسٹھ) تھی، پھانسی دی گئی تھی۔ سعودی عرب کے مشہور سنی علماء عائض القرنی، سلمان العودۃ، ناصر العمر، سفر الحوالی، شیخ العریفی کو بھی بعض مواقع پر نظر بند کیا گیا، جیل میں ڈالا گیا بلکہ امام وخطیب مسجد نبوی ڈاکٹر علی عبدالرحمٰن الحذیفی حفظہ اللہ نے جب صدر ایران رفسنجانی کی مسجد نبوی میں موجودگی کے دوران خطبہ جمعہ میں سفارتی آداب کی خلاف ورزی کر دی تو حکومت کے عتاب سے وہ بھی نہ بچ سکے اور چند سالوں تک اس شرف سے محروم کر دیئے گئے۔

الغرض یہ کہ سعودی عرب کے عدالتی نظام میں قطعاً سنی شیعہ تفریق نہیں ہے اور نہ ہی وہاں کی حکومت اسے برداشت کر سکتی ہے تو پھر اس پر شیعہ دشمنی کا الزام لگانا اور اسے بنیاد بنا کر اس کے خلاف پوری دنیا میں احتجاج کرنا دنیا کی آنکھ میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے۔ ہر ملک کا اپنا نظام ہوتا ہے جسے وہ ملک کی سلامتی اور عوام کی ضرورت کے پیش نظر مرتب کرتا ہے اور اسی پر کاربند بھی رہتا ہے۔ بین الاقوامی قانون کے اعتبار سے کسی ملک کے اندرونی معاملات میں دوسرے ملک کو مداخلت نہیں کرنی چاہئے۔ ایران کے اندر کتنے کرد عوام اور علماء جو سنی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں آئے دن پھانسی دی جاتی ہے لیکن بین الاقوامی نظام کی وجہ سے کوئی صدائے احتجاج نہیں بلند کرتا تو پھر آخر سعودی عرب کے بارے میں ایران اور اس کے ہمنوا اس نظام کی خلاف ورزی کے مرتکب کیوں ہیں دنیا ان سے یہ سوال کرے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ ان کے اپنے جرم کی پردہ پوشی کے لئے ہے۔

اس موقع پر ہمارے ارباب حکومت کا موقف قابل تعریف رہا کہ ایران کے ساتھ قریبی روابط کے باوجود حق وانصاف کا دامن نہیں چھوڑا اور سفارتی آداب کا پاس ولحاظ رکھ کر ایران کی حمایت اور سعودی عرب کی مخالفت میں کوئی بیان نہ دیا اگر چہ وہ لوگ جو ایران کو اپنا کعبہ وقبلہ مانتے ہیں جگہ جگہ مظاہرہ کر کے ایک مجرم کے ساتھ جس نے خود اپنے جرم کا اعتراف کیا (میڈیا رپورٹ کے مطابق) اس سے ہمدردی جتلا کر اپنے کردار کو مشکوک بنا رہے ہیں اور دہشت گردی کے خلاف لڑائی میں سعودی عرب کی حمایت نہ کر کے دہشت گردی کو تقویت فراہم کر رہے ہیں کاش کہ وہ اس پہلو پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔

☆☆☆

داعش (.I.S.I.S) کی حقیقت

خطبہ حرم بتاریخ: ۱۸/شعبان ۱۴۳۶ھ = ۵/جون ۲۰۱۵ء

خطبہ: ڈاکٹر صالح آل طالب امام وخطیب مسجد حرام مکہ
ترجمہ: ڈاکٹر عبدالمنان محمد شفیق سلفی لیکچرار ام القری یونیورسٹی مکہ

ساری تعریف اللہ ہی کے لیے ہے۔ ہم اسی کے ثناء خواں اوراسی سے مدد کے خواہاں ہیں اوراسی سے مغفرت کے طالب ہیں۔ہم اللہ سے اپنے نفسوں کی برائیوں اوراپنی بداعمالیوں سے پناہ مانگتے ہیں۔جس کو اللہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والانہیں ہے۔اور جس کو گمراہ کردے اس کو کوئی ہدایت دینے والانہیں ہے۔میں گواہی دیتا ہوں کہ بجز اللہ کے کوئی معبود برحق نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک اور ہم سر نہیں اور نہ ہی کوئی ہم مثل ونظیر ہے۔اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿لَيۡسَ كَمِثۡلِهِ شَيۡءٞۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلۡبَصِيرُ﴾ (الشوری:۱۱) اس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے،اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔میں گواہی دیتاہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اوراس کے رسول (روشن چراغ) ہیں۔اللہ کی رحمت, سلامتی اور برکت نازل ہو آپ پر اورآپ کے گھروالوں پراورآپ کے تمام صحابہ پر۔

حمد وصلاۃ کے بعد:

بیشک سب سے بہتر کلام اللہ کی کتاب ہے اور سب سے بہتر سیرت محمد ﷺ کی سیرت ہے۔اور سب سے بدترین امر نئی ایجاد کردہ چیزیں ہیں۔اور ہر نئی چیز بدعت ہے۔اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

جان لیجئے کہ سب سے بہتر وصیت اور نصیحت اللہ کے تقوی کی وصیت ہے, چنانچہ اللہ کا تقوی اختیار کیجیے اور نیک کام کیجئے،فرمان الہی ہے: ﴿فَمَنِ ٱتَّقَىٰ وَأَصۡلَحَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُونَ﴾ (الاعراف:۳۵) جس نے تقوی اختیار کیا اور نیک عمل کیا تو اسے نہ تو خوف ہوگا اور نہ ہی رنج وغم لاحق ہوگا۔لہذا جو اللہ سے ڈرا اللہ اس کے لئے کافی ہے اور جو لوگوں سے ڈرے تو لوگ اللہ کی جانب سے اس کے کچھ کام نہیں آئیں گے۔

مسلمانو! جب نور اسلام طلوع ہوا اور اس کی ہدایتیں اس کے پیروکاروں پر پڑیں، تو اس کی محبت ان کے دلوں میں جاگزیں ہوگئی۔اوران کے قلوب اس کی خدمت میں لگ گئے۔ چنانچہ انہوں نے اسلام کی تعلیم حاصل کی اور پھر اس کی تعلیم دی۔اس کے احکام کی فرماں برداری کی۔اور اپنی جانوں کی قربانی دی۔اس کی راہ میں اپنے وطنوں کو خیر باد کہا۔سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ سے جنگ بدر کے موقع پر مشورہ کیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر آپ (ﷺ) ہمیں سمندر میں کودجانے کا حکم دیں تو یقیناً کود

جائیں گے۔اور اگر یہ حکم دیں کہ ہم برک الغماد کا سفر کریں تو ہم ایسا ہی کریں گے۔

معلوم ہوا کہ زمانہ اسلام کی پہلی نسل کی واضح علامت اور نشانی جذبہ قربانی اور فدائیت تھی۔اسی طرح یہ جذبہ ان کے پیروکاروں میں بھی تھا۔اور جہاد جس کے افراد اس کے علمبردار تھے، ایک ایسا سیلاب تھا جو کسی بند کے آگے رکنے والا نہیں تھا۔ اور ایک ایسا معاملہ تھا جس کی کوئی حد اور کنارہ نہیں تھا۔اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ شاہ فارس کے لئے اسی جذبے سے نکلا تھا کہ ہم تمہارے پاس ایک ایسی قوم لیکر آئے ہیں جنہیں موت اسی طرح پسند ہے جس طرح تم کو زندگی پسند ہے۔

یقیناً ان کی جہاد ہدایت، رحمت اور عدل کے لیے تھا۔انھوں نے شریعت کی تنفیذ کی۔اللہ تعالی کی کما حقہ عبادت کی، فوائد اور مصلحتوں کو بروئے کار لائے، برائیوں اور فساد کو دور کیا، انسان کے دین، روح، عزت، عقل اور اس کے مال کی مدافعت کرکے انسانی اہم ضرورتوں کی حفاظت کی۔یہ ایسے اصول اور تسلیم شدہ چیزیں ہیں جن میں ادنی شک نہیں اور نہ ہی کوئی جھگڑا ہے۔بے شک اسلامی تہذیب وتمدن نے اس شریف کام کو بحسن وخوبی انجام دیا۔اور اپنے فقہاء وعلماء کی سرپرستی اور اپنے حکمراں وقائدین کی عملی تنفیذ کے ذریعہ اس قاعدہ اور اصول کو راسخ ومضبوط کرنے میں تمام موجود تہذیب وتمدن سے سبقت لے گئی۔کیونکہ اسے اللہ کے اس قول کا احساس تھا ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاکَ إِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ﴾ (الانبیاء: ١٠٧) کہ ہم نے آپ کو پوری دنیا کے لئے رحمت بنا کے بھیجا ہے۔اور اسے اللہ کے اس قول کا علم تھا: ﴿وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِیْ الْأَرْضِ إِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ﴾ (القصص: ٧٧) زمین میں فساد مت کرو کیونکہ اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ دنیا کی بہت ساری قوموں نے دینی، مذہبی اور گروہی اختلاف کے باوجود امت کے بازو تلے امن وامان اور عدل وانصاف کی نعمت کے سایہ میں زندگی بسر کی، اور اس وطن میں زندگی گزاری جو ان سب کا گہوارہ تھا اور جو سب کو اپنے آغوش میں سمیٹے ہوئے تھا۔

بندگان الہی! جہاد اور قربانی میں اس امت کی عزت، اور اس کے دشمنوں کی ذلت اور رسوائی ہے، اور جب دشمنان اسلام باہر سے اس کا مقابلہ کرنے میں ہر طرح کے حیلے اور تدابیر سے عاجز ہوگئے، تو اب ضروری تھا کہ اس امت میں اندر سے دراندازی کی جائے۔اسی وجہ سے تاریخ کے مختلف مرحلوں میں مسلمانوں کی صفوں کے مابین دشمنوں کی کئی جماعتیں داخل ہوگئیں اور مسلمانوں کو صحیح راہوں سے منحرف کرنے اور ان کے (اتحاد کے) نتیجوں پر اثر ڈالنے میں کامیاب رہیں۔

اس صدی ہجری کے شروع ہی سے ان اشخاص اور افراد کی طرف سے بہت زیادہ قربانیاں دی گئیں اور خون بہائے گئے، جن کی اکثریت پر صدق وسچائی اور اس دین کی نصرت ومدد کی رغبت کا غلبہ ہے، لیکن اس کے باوجود آخر میں جن نتائج کی امید کی جارہی تھی نہ صرف وہ نتائج برآمد نہیں ہوئے بلکہ معاملہ اس حد تک پہونچ گیا کہ اس کے برعکس اور امید کے خلاف نتائج نکلے۔چنانچہ مسلمان ہی ان قربانیوں کی تباہی وبربادی کو جھیل رہے ہیں۔وہی اس فدائیت کی بھینٹ چڑھ رہے ہیں اور

قربانی کا بکرا بن رہے ہیں۔

جبکہ دین کی مدد وتعاون کے لئے قائم ہوئے گروپوں اور جماعتوں کے درمیان دراندازی دراصل ایک کھیل تھا جس کو دشمنوں نے اچھی طرح سے انجام دیا اور اس میں کامیاب رہے۔ چنانچہ بعد کے مرحلہ میں اس سے کہیں بڑے کھیل اور زیادہ خطرناک منصوبے ہوئے، جن کی بنیاد درحقیقت مسلمانوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکے، ان کے باقی ماندہ ممالک کو تباہ وبرباد کرنے، ظالموں سے آزادی کے لئے مظلوموں کی طرف سے جاری ہر کوشش کا مقابلہ کرنے، دین کی نصرت وحمایت کرنے والوں کو اپنی طرف ملانے اور ان کو بیکار کی جنگوں کا ایندھن بنانے کے لئے ڈالی گئی ہے۔ اسی وجہ سے دشمنوں نے اس بدخلقت اور مسخ شدہ تنظیم کو اسلامی خلافت کا لباس پہنا دیا ہے اور اس کا نام سلطنت خلافت رکھ دیا ہے۔ اور اسی نام نہاد جماعت نے اپنے جرائم کو شریعت اسلامیہ کی نفاذ کا نام دیا تاکہ اسلام کو اسلام کے نام سے بدنام کرنے کی تصویر مکمل ہوجائے، جبکہ اسلام کا اس سے ذرہ برابر بھی تعلق نہیں ہے، کیونکہ کوئی بھی جماعت یا تنظیم جس کی بنیاد وعدہ خلافی، عہد شکنی، معصوم کو قتل کرنے، دشمنوں کی حفاظت کرنے، اور ان زمینوں پر قبضہ کرنے پر ڈالی گئی ہو جن کو ان کے مکینوں نے اپنے ظالموں اور سخت عذاب دینے والوں سے آزاد کرایا ہے ممکن ہی نہیں ہے کہ ایسی کسی تنظیم کا اسلام سے ذرہ برابر بھی تعلق ہو اگرچہ وہ اپنا کتنا ہی بڑا اور عظیم نام کیوں نہ رکھ لے۔

درحقیقت شام اور عراق میں پیدا ہونے والی داعش کے قائدین، حکمراں اور بانیان نامعلوم ہیں۔ ان میں سے جو اپنے نام سے معروف ہیں ان کا اسلام میں کوئی کردار، رول اور ریکارڈ نہیں ہے۔ نیز ان کردار اور ایجنٹ ہونے کے بارے میں شکوک وشبہات اپنی جگہ قائم ہیں۔ علاوہ ازیں داعش جماعت کی تشکیل وبنیاد مسلمانوں اور عرب دشمنوں کا سب سے اہم ٹرننگ پوائنٹ ہے جس میں اسلامی جماعتوں میں دراندازی سے لیکر اب ایک خالص مستقل جماعت تشکیل دی گئی ہے جو ان کی نگرانی میں تیار کی گئی ہے۔ اور جس کو قائم وتیار کرنے میں علاقائی اور عالمی جاسوسی ایجنسیوں نے اپنا بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ اور اس کا ڈھانچہ (یا عمارت) تین قسم کے لوگوں سے بنا ہوا ہے۔

پہلی قسم ان کے قائدین، سربراہوں اور منتظمین کی ہے اور یہی خالص دشمن ہیں۔

دوسری قسم غفلت میں پڑے ہوئے دین سے نکلے ہوئے خوارج ہیں۔

اور تیسری قسم والے وہی اس کے ایندھن ہیں، جو غفلت میں پڑ کر دین کی مدد کے لئے اٹھے ہیں، کم عقل اور کم عمر ہیں، علم شرعی اور سیاسی سوجھ بوجھ سے بے بہرہ اور خالی ہیں۔ اور یہ سیاست کے اصول میں سے ہے کہ کسی بھی سازش کی کامیابی کے لئے لازم ہے کہ اس میں شریک ہونے والے لوگوں کو یہ نہ معلوم ہو کہ یہ سازش ہے۔

حقیقتوں کو اجاگر کرنے کے لئے اگر ہم داعش کی چھوٹی اور مسلمانوں کے لئے منحوس زندگی اور عمر کا سالانہ حساب وکتاب کریں تو ہمیں پتہ چلے گا کہ مسلمانوں کی خونریزی اور ان کی زمینوں پر قبضہ کرنے کے علاوہ ان کا کوئی اور مقصد نہیں ہے۔ لیکن چند جھڑپوں کو چھوڑ کے ان کے جو مفروضی دشمن ہیں وہ ان سے محفوظ ہیں۔ جن کے ذریعہ وہ گروہی یا نسلی کشمکش کو

زندہ کرتے ہیں یا اپنے منصوبہ کے عظیم ترین مقصد کو پورا کرتے ہیں جو کہ اسلام سے نفرت دلانا، اس کی صورت کو مسخ کرنا اور مسلمانوں کے خلاف دنیا کی مدد طلب کرنا ہے۔

اے مسلمانو! داعش کے واضح اور بار بار دوہرائے جانے والے مکر وفریب میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ہر ملک اور ہر جگہ کے سچے اور جوشیلے مسلمان نوجوانوں کو اپنی طرف مائل کرتے ہیں، تاکہ وہی وہ آلہ اور مشین ہوں جن کے ذریعے وہ اپنی جلائی ہوئی چنگاری کو حرکت دیتے اور ہلاتے رہیں۔ اور جب ان کی تعداد زیادہ ہوجاتی ہے تو ان کو بنا کسی مقصد کے لڑی جانے والی قربانیوں اور بیکار جنگوں میں جھونک کر ان سے نجات حاصل کر لیتے ہیں اور اپنا پیچھا چھڑا لیتے ہیں۔ جیسا کہ انھوں نے جنگ عین عرب یا کوبانی میں کیا ہے۔

ذرا آپ داعش کے بارے میں غور وفکر کیجیے تو آپ پائیں گے کہ وہ مظلوموں کے ذریعہ انجام دی گئی ہر کامیابی کے گرد گھیرا ڈال لیتی ہے تاکہ ان کے خواب کو چکنا چور کردے۔ اور تاکہ ان کا کام ان حکومتوں کی حمایت ومدافعت میں برابر جاری رہے۔ اور جب بھی ہمیں اپنے ملک سعودیہ میں دھمکی ملی ہے تو اس کا نفاذ داعش کے جتھوں نے ہی کیا ہے۔ اور ہر حادثہ میں ان کے درمیان آپسی مشابہت واضح ہے۔

بندگان الٰہی! یاد رکھیے کہ اسلام اور مسلمان افراد وممالک کا کسی بھی جماعت پر جارحیت کرنے یا اس کے ساتھ برائی سے پیش آنے میں کسی بھی طرح کا مصلحت اور فائدہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی اسلامی شریعت نے اس کا حکم دیا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ (الممتحنۃ: ۸) اللہ تمھیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنھوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی ہے، اور تمھیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

یہ تو مسلمانوں کا شروع سے عقیدہ رہا ہے کہ محض دینی اختلاف۔ چہ جائیکہ مسلک اور طریقہ کا اختلاف ہو۔ کسی پر جارحیت اور برائی کے ساتھ پیش آنے کو جائز نہیں قرار دیتا ہے۔ اور یقینی طور پر نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں یہود کے ساتھ سکونت اختیار کی اور ان کے پڑوس میں رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ وفات پا گئے۔

گذشتہ دو ہفتوں کے اندر سعودی عرب کے مشرقی صوبہ میں جو مجرمانہ حوادث واقع ہوئے ہیں اور جس کا شکار بہت سارے افراد ہوئے ہیں، یہ بھی ہمارے ملک (عزیز) میں واقع ہونے والی جارحیتوں کے سلسلے کی ایک کڑی ہے، جس کا صرف ایک ہی مقصد ہے۔ وہ ہے: اس ملک کے امن وامان کو درہم برہم کرنا۔ اور اس کو بھی ہمارے اردگرد ہنگاموں اور بدامنی والے ملکوں کے قافلہ میں شامل کرنے کی خواہش ہے تاکہ لاکھوں جانیں ہلاک و برباد ہوں اور کروڑوں لوگ اپنا گھر بار چھوڑنے پر مجبور ہوں۔

بلا شبہ جو کچھ پیش آیا ہے اس کا ہدف تمام ملک اور پورا سماج ہے۔ اوران بہائے گئے خونوں کا مقصدان کو ایندھن بنانا ہے جو بنا کسی استثناء کے ہر ایک کو اپنی گرفت میں لے لے۔ اور سعودی عرب کے مشرق میں واقع ہونے والی ان جارحیتوں پر ہماری تکلیف اور درد حق بجانب ہے اور اس کا انکار واجب ہے، اور اس کا دفاع اور مقابلہ فرض ہے۔

بیشک یہ جرم کسی خاص جماعت یا گروہ کے اوپر نہیں ہوا ہے بلکہ یہ جرم پورے وطن پر ہوا ہے۔ اور اس سے پہلے ان جماعتوں نے ہمارے ملک میں امن سپاہیوں کو اپنا نشانہ بنایا اور ان میں سے بعض کو قتل کیا۔ اور پبلک کارخانوں وعمارتوں وغیرہ کو اپنا نشانہ بنایا۔ یقیناً داعش نے اب تک جتنا مسلمانوں کا خون بہایا ہے وہ غیروں کے خون کے مقابلے میں ایک سمندر ہے۔ اور شام وعراق میں اہل سنت کی زمینوں پر جو قبضہ کیا ہے وہی ان کی مکمل مقبوضہ زمین ہے، ان کے علاوہ کی زمین پر انھوں نے بالکل قبضہ نہیں کیا ہے۔ اس لیے جو یہ فیصلہ کرتا ہے کہ داعش ہمارے عقائد اور نصاب تعلیم کی پیداوار ہیں تو وہ دراصل ان جماعتوں کے مقاصد کو پورا کرتا ہے، اور ان اغراض ومقاصد سے تجاہل برتتا ہے جن کے لئے ان کو قائم کیا گیا ہے۔

بیشک ہمارے اس ملک کا شرعی منہج گرچہ بعض عقائد کو صحیح اور بعض کو غلط قرار دیتا ہے لیکن اس میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے جو قریب یا دور سے اشارہ کرتا ہو کہ مخالف پر جارحیت وزیادتی کرنا جائز ہے، بلکہ اس میں تو خونوں کی حرمت کی شدت پر زور دیا جاتا ہے، جماعتِ سلف کی روش پر چلنے کو واجب قرار دیا جاتا ہے، اور حاکم وسرپرست کے خلاف الزام تراشی اور بہتان بازی کو حرام قرار دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ بعض قومیں ہم کو اس کے بارے میں طعنہ دیتی ہیں۔ ان کو یہ نہیں معلوم کہ یہی وسطیت اور اعتدال پسندی ہے جس کا دین اسلام نے حکم دیا ہے۔

یہ کون سا جہاد ہے کہ جمعہ کے دن نماز جمعہ کی ادائیگی کے دوران نمازیوں سے بھری ہوئی مسجد میں بم دھما کہ کیا جائے، جبکہ اُحادیث میں گرجا گھروں کے پادریوں کو قتل کرنے سے روکا گیا ہے، تو پھر کیسے مساجد میں نمازیوں کو قتل کیا جاسکتا ہے؟ اللہ کے گھر تو جائے امن ہیں، خوف ودہشت کی جگہ نہیں۔ فتح مکہ کے موقعہ پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: جو مسجد میں داخل ہوگیا وہ مامون ومحفوظ ہے۔ (ابوداؤد)

کچھ لوگوں نے اس طرح کے واقعات کو استعمال کرتے ہوئے اپنے ہی لوگوں پر کوڑے برسائے۔ اپنی ہی قوم کو موردالزام ٹھہرایا اور نصاب تعلیم کی مذمت وبرائی کی۔ ہم ان لوگوں سے صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہمارے ملک میں جس طرح متشددین اور انتہا پسند ہیں اسی طرح اس میں بعض منحرف اور گمراہ فکر والے بھی ہیں جنھوں نے بعض دینی احکام کے خلاف بغاوت وسرکشی کی۔ تو کیا ایسے لوگ بھی ہمارے نصاب تعلیم اور دینی خطاب کے پیداوار ہیں؟ اور کیوں ہمارے اہل وطن کی ایک بڑی اکثریت کو نظر انداز کیا جاتا ہے جو دینی اعتدال پسندی کی زندگی بسر کرتے ہیں اور مسلمانوں کی شاہراہ پر چلتے ہیں اور غلو، ظلم وجور کا انکار کرتے ہیں۔

یقیناً اصحاب فکر کا فیصلہ ہے کہ داعش کی غالب اکثریت کے قدم ہمارے ملک پر نہیں پڑے ہیں چہ جائیکہ وہ ہمارے نصاب تعلیم اور کلام سے متاثر ہوں، بلکہ ان کی قیادت وسربراہی کی صف میں ایک بھی آدمی ہمارے ملک کا نہیں ہے۔

تو پھر کیوں داخلی وخارجی سطح پر یہ باہمی اتفاق مملکت کے اوپر الزام لگانے میں پایا جاتا ہے؟ جبکہ اس مملکت کا عقیدہ نہایت واضح اوراس کا منہج بہت ہی واضح ہے۔

بیشک تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے ملکوں کے خلاف عام طور سے اورسعودی عرب کے خلاف خاص طور سے رچی جارہی سازشوں کی گہرائیوں کی حقیقت سے واقف ہوں۔مملکت سعودی عرب جو حرمین کا ملک،سنت کا گہوارہ اورامن وسلامتی کا داعی ہے۔اللہ تعالی اس کی نگرانی فرمائے،اس کی حفاظت کرے اوراللہ ہی بہترین حفاظت کرنے والا ہے۔

اسلامی بھائیو!یادرکھیے کہ مملکت سعودی عرب اپنے عالمی وزن اورتاثیر کی وجہ سے ہراس آلہ کاراورایجنٹ تنظیم کے نشانہ پر ہے جس کا کام تشدداورانتہاپسندی ہے۔یا ہراس ملک وسلطنت کے نشانہ پر ہے جس میں زیادتی،جارحیت اورانقلاب کی صفات پائی جاتی ہیں،اور جوفرقہ واریت اوردہشت گردی کو برآمد کرتا ہے یاان ملکوں کے نشانہ پر ہے جو غاصب اورقابض ہیں۔بلاشبہ سعودی عرب اللہ کے عطایا وفیوض کی وجہ سے متشدد تنظیموں،اورانقلابی وتوسیعی عزائم رکھنے والے ملکوں کے سامنے بہت بڑی رکاوٹ ہے۔اسی طرح اس کا استحکام،آپسی ہم آہنگی اوراس کا اپنے عہد وپیمان کی پابندی ذرائع ابلاغ کی چیخ وپکار،شوروہنگامہ کے لئے ایک چیلنج ہے۔

جولوگ مکاری کا جال بنتے ہیں اورسازشوں کی تدبیر کرتے ہیں انہیں مملکت کی تاثیر کے مقدار کا بخوبی پتہ ہے۔وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ ایک مضبوط بنیاد والا ملک ہے،جو جغرافیائی،انسانی،دینی اورمعاشی گہرائیوں والا ہے۔اور جب وہ کسی بھی مسئلہ میں اپنا وزن رکھتا ہے تو بلاشبہ اس کا حصہ اثر داراور بھاری ہوتا ہے،کیونکہ اس کے پاس ثابت اصول وضوابط،عمدہ مقاصد،اورمضبوط تعلقات ہیں۔اوراللہ تعالی نے اس کو خیرات وبرکات سے مالا مال کیا ہے۔اس کا دستور وآئین اللہ کی کتاب اوراس کی سنت ہے۔اس کی اختیار کردہ راہ امن وسلامتی اورامداد وتعاون ہے۔ہم اپنی تقدیر اوراپنی امت کی تقدیر کی نیلامی نہیں کرتے ہیں۔ہماری مشکل تقدیر یہ ہے کہ ہم جنگ اورفتنہ کے بالکل بیچوں بیچ میں ہیں۔اورہم عرب اوراسلام کے غم وفکر کو لے کر کھڑے ہیں اوراس (کے حل) کی طاقت رکھتے ہیں۔اورہم عالمی قراردادوں میں ایک مؤثر اور بااثر شریک ہیں،اسی وجہ سے ہم ہرحرص وطمع والے کے نشانہ پر ہیں۔

وہ حادثات جن کا ہم سامنا کررہے ہیں،اور وہ سازشیں جو ہمارے خلاف رچی جارہی ہیں،ان سب کا انجام ان شاءاللہ ناکامی پرختم ہوگا،کیونکہ سعودی قوم اپنے تمام أجزاء ترکیبی کے ساتھ سازش کا خاتمہ کردیتی ہے۔وہ وادی کا چٹان بن جاتی ہے جب اس سے مزاحمت اورمقابلہ کیا جائے۔اور جب ہمارے دشمن اس کے اندر پیش رفت کرنے اورآگے بڑھنے میں ناکام ہوجائیں گے تو وہ یقینا وطن عربی میں اپنے تمام نتائج کھودیں گے۔ہمارے دشمنوں کی بازی داخلی محاذ کو کمزور کر دینے پر ٹکی ہے،جبکہ ہماری بازی اس کو مضبوط بنانے پر ہے،لہذا ہمیں ان کی امیدوں کو ناکام بنانا چاہیئے۔

سعودی عرب کے مشرقی صوبہ میں مساجد کے اندر بم دھاکے کے حادثات ایک زہریلے سمندر (کے مانند) ہیں،جن کا مقصد فرقہ پرستی کو پھیلانا اور بھڑکانا ہے تاکہ وہ ان کے بدلے میں افراد کو تباہ وبرباد کرنے کا فریضہ انجام دیں۔

اس ملک کا ہر باشندہ یقینی طور پر جانتا ہے کہ وہ یہاں امن وامان، خوشحالی اور آزادی کے لباس میں زندگی بسر کر رہا ہے، اور وہ یہ ہرگز پسند نہیں کریگا کہ اس کی بھی وہی حالت ہوجائے جو حالت اس کے بھائیوں کی بہت سارے ملکوں میں ہے، جہاں معاملات کنٹرول سے باہر ہوگئے ہیں۔

اور اس ملک میں اللہ کی ہمارے اوپر سب سے بڑی نعمت امن وامان اور اتفاق واتحاد کی نعمت ہے جس کی حفاظت میں کسی بھی طرح کی کوتاہی ایک بہت بڑا خطرہ ہے جو بنا کسی استثناء کے سب کے لیے باعث ہلاکت ہے۔ ہمارے اس ملک کی وحدت کسی جماعتی یا گروہی بنیاد پر نہیں قائم ہے اور نہ ہی کسی جغرافیائی علاقہ پر ٹکی ہوئی ہے۔ بلکہ یہ وحدت عقیدہ اور شریعت پر قائم ہے، اور ان دونوں کی حفاظت ہی اس وحدت، اتحاد اور اس کی مضبوطی کے ہمیشہ باقی رہنے کی راہ ہے۔

اس لیے جو بھی ہمارے اتفاق واتحاد، اور صفوں کی یونٹی کو خطرہ میں ڈالتا ہے خواہ اس کا مسلک کچھ بھی ہو تو وہ امت کا دشمن ہے۔ اس کا ہاتھ پکڑنا اور اسے باز رکھنا ضروری ہے اور اس کے خلاف احتیاط، دوراندیشی اور مضبوطی کے ساتھ جمنا از حد ضروری ہے۔

ہمارا عقیدہ، جس پر یہ ملک قائم ہے، عدل، انصاف اور رحمت کا عقیدہ ہے، اور اس عقیدہ کے سایہ تلے تمام جماعتوں اور گروہوں کے شرعی حقوق محفوظ ہیں۔ اور ہماری شریعت مخالف کے ساتھ ہر کسی سے زیادہ رحم دل ہے۔

اور یہ مخالفت ودشمنی کی خرابی ہے کہ نفس پرست لوگ ان واقعات کا استعمال اس امت کے عقیدہ، اس کے ثوابت، نصاب تعلیم، اور اس کی حکومت کے بنیادی نظام کو بدنام کرنے کے لئے کریں۔ واقعات کے جائزہ اور تحلیل کے وقت علماء، داعیوں، اہل قلم، صحافیوں اور مفکرین کے نزدیک عدل وانصاف واعتدال پسندی کا پایا جانا ضروری ہے۔ نیز تعریف وستائش یا مذمت وبرائی، مخالفت یا موافقت والے کلام میں وسطیت اور اعتدال پسندی کی سنت سے ہٹنا ہی بعض اطراف کو غلو اور تشدد کی طرف ڈھکیل دیتا ہے، اللہ عزوجل کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَـٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْؤُولًا﴾ (الاسراء: ۳۶) کسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو، یقیناً آنکھ، کان اور دل سب ہی کی باز پرس ہونی ہے۔

اور ہمارا اپنا رویہ وموقف اپنے امنی نظام وشعبہ کے بارے میں تکریم اور اعزاز کا رویہ ہے جو برے مکر پر سبقت لے جاتا ہے۔ اور اس کے واقع ہونے سے پہلے ہی اس کا خاتمہ کردیتا ہے، یا اس کے واقع ہونے کے بعد اس کی باریک تر تفصیلات کو کھوج نکالتا ہے۔ یہ سب اللہ کی توفیق اور اس کے صحیح راہ دکھانے کی وجہ سے ہے۔ اور محافظین امن کے تئیں ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم ان کے لئے سچی اور خالص دعائیں کریں۔ ان کی ممکن مدد کریں۔ اور یہ احساس رکھیں کہ ہر شہری امن کا محافظ ہے جو وطن کے کسی نہ کسی سرحد پر متعین ہے۔ لہٰذا ہمیں ایک دوسرکے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔ مسلمانو! اللہ تعالی کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو۔

اے اللہ تو ہمارے ملک اور تمام مسلم ممالک کی ہر طرح کی برائی اور شر سے حفاظت فرما، آمین۔ ✦✦✦

امہات المؤمنین کے فضائل ومناقب

قرآنی آیات کی روشنی میں

(۲)

مولانا اسعد اعظمی/استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس

۲- قوله تعالى: ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحاً جَمِيلاً ○ وَإِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنكُنَّ أَجْراً عَظِيماً﴾ (سورہ احزاب:۲۸-۲۹)

اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دیجیے کہ اگر تم زندگانی دنیا اور زینت دنیا چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا دوں اور تمہیں اچھائی کے ساتھ رخصت کردوں۔ اور اگر تمہاری مراد اللہ اور اس کا رسول اور آخرت کا گھر ہے تو (یقین مانو کہ) تم میں سے نیک کام کرنے والیوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت زبردست اجر رکھ چھوڑے ہیں۔

ان آیات کے نزول کا پس منظر کتب حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ ازواج مطہرات نے نبی ﷺ سے نان نفقے میں اضافے کا مطالبہ کیا تھا۔ اللہ کے رسول اس مطالبے پر سخت کبیدہ خاطر ہوئے اور بیویوں سے علیحدگی اختیار کرلی جو ایک مہینہ تک جاری رہی، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان آیات کا نزول ہوا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ازواج مطہرات کو یہ آیات سنا کر انہیں اختیار دیا۔ لیکن ان میں سے ہر ایک نے یہی کہا کہ میں اللہ اور اس کے رسول کو پسند کرتی ہوں۔ ان میں سے کسی نے بھی رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر دنیا کے عیش وآرام کو ترجیح نہیں دی۔ جیسا کہ متعدد احادیث میں اس کی صراحت موجود ہے۔(۱) حالاں کہ یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ بڑی روکھی پھیکی اور سخت زندگی گزار رہے تھے جسے برداشت کرلینا دوسروں کے بس کی بات نہیں۔ چنانچہ آپ کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

''مجھے علم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی میدے کی نرم روٹی کھائی ہو یہاں تک کہ اللہ سے جا ملے۔ اور نہ آپ نے اپنی آنکھ سے بھنی ہوئی بکری دیکھی۔''(۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مشہور روایت ہے کہ:

''دو دو ماہ گزر جاتے، تیسرے مہینے کا چاند نظر آجاتا اور رسول اللہ ﷺ کے گھر میں آگ نہ جلتی۔'' حضرت عروہ نے دریافت کیا کہ تب آپ لوگ کیا کھاتی تھیں؟ فرمایا کہ ''بس دو کالی چیزیں، یعنی کھجور اور پانی۔''(۳)

(۱) دیکھیے: صحیح بخاری: تفسیر سورہ احزاب، صحیح مسلم: ۱۴۷۵ (۲) صحیح بخاری: ۵۳۸۵۔
(۳) صحیح بخاری: ۵۳۸۳، صحیح مسلم: ۲۹۷۲۔

اب ان ازواج مطہرات کے شرف وعظمت کا اندازہ کیجیے کہ ان سب نے اللہ اوراس کے رسول کو ترجیح دی اوران میں سے کوئی ایک بھی دنیا کی طرف مائل نہ ہوئیں۔(۱)

اور جب انہوں نے اللہ اوراس کے رسول کو ترجیح دی تو پھر اللہ کا وعدہ ان کے حق میں ثابت ہوگیا کہ ’’ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنَاتِ مِنكُنَّ أَجْراً عَظِيْما ‘‘ اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے اجر عظیم تیار کررکھا ہے۔اس بات کی وضاحت کے لیے صاحب رحمۃ للعالمین نے یہاں ایک نقشہ اس طرح بنایا ہے:

ازواج محمد ﷺ کے لیے	ایک جانب	دوسری جانب
	دنیا اور زینت دنیا	اللہ اور رسول اور دار آخرت
شق اول کی صورت میں رسول اللہ کا کام	ایسی ازواج کو اپنے سے علیحدہ کرنا	
شق دوم کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا کام	ازواج کو اجر عظیم کا عطا کرنا ہے	

(۲)

۳- قوله تعالى :﴿يَا نِسَاء النَّبِيِّ مَن يَأْتِ مِنكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيْراً﴾ (سورہ احزاب:۳۰)

اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو بھی کھلی بے حیائی (کا ارتکاب) کرے گی اسے دوہرا دوہرا عذاب دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت سہل (سی بات) ہے۔

یہ آیت اوراس کے بعد والی آیت، دونوں میں بتلایا گیا ہے کہ ازواج مطہرات کی طاعت ومعصیت دونوں کی جزا وسزا دوسروں کے بمقابل دوگنی ہوگی۔اور ایسا ان کے علو مرتبت اور عظمت شان ہی کی وجہ سے ہے۔وہ دوسروں کے لیے اسوہ ونمونہ ہیں،ان کے اخلاق واعمال میں لوگوں کے لیے سبق اور عبرت ہے۔

امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

’’اہل علم کا کہنا ہے کہ جب ازواج مطہرات نے (آیت تخییر کے نزول کے بعد) رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہنے کو ترجیح دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر ان کا شکریہ ادا کیا اوران کی تکریم میں یہ آیت نازل فرمائی ﴿لا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاء مِن بَعْدُ وَلا أَن تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ﴾(احزاب:۵۲)۔اور دوسری عورتوں سے ان کے امتیاز کو ظاہر کرتے ہوئے فرمایا ﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلا أَن تَنكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِن بَعْدِهِ أَبَداً﴾(احزاب:۵۳)اوران کی نیکی کا ثواب اور نافرمانی کا عقاب دوسروں سے زیادہ ٹھہرایا اور ارشاد فرمایا﴿يَا نِسَاء النَّبِيِّ مَن يَأْتِ مِنكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُضَاعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ﴾ پس اللہ تعالیٰ نے یہ بتلایا کہ ازواج النبی میں اگر کوئی فاحشہ کا ارتکاب کرے گی - حالاں

(۱)الرحیق المختوم:۵۹۷۔ (۲)دیکھیے:رحمۃ للعالمین:۲/۱۳۷۔

کہ اللہ نے اپنے رسول کو اس سے محفوظ ٹھہرایا ہے جیسا کہ حدیث افک میں یہ بات گزری ہے- تو اس کو دو گنا سزا ہوگی کیوں کہ ان کا مقام ومرتبہ اور فضیلت بھی زیادہ ہے اور تمام عورتوں سے ان کا درجہ اونچا ہے.....''(۱)

صاحب معارف القرآن اس مقام پر لکھتے ہیں:

''یہ آیت ایک حیثیت سے ازواج مطہرات کے لیے ان کے اس عمل کی جزا ہے جو انہوں نے آیت تخییر نازل ہونے پر رسول ﷺ کی زوجیت پر دنیا کی فراخی کو قربان کر دیا۔ اس کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے ایک عمل کو دو کا درجہ دے دیا، اور گناہ کی صورت میں دوہرا عذاب بھی ان کی خصوصی فضیلت اور امتیازی شرافت کی وجہ سے ہوا، کیوں کہ یہ بات عقلی بھی ہے اور نقلی بھی کہ جتنا کسی کا اعزاز واکرام ہوتا ہے اتنا ہی اس کی طرف سے غفلت وسرکشی کی سزا بھی بڑھ جاتی ہے۔''(۲)

۴- قوله تعالى:﴿وَمَن يَقْنُتْ مِنكُنَّ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ وَتَعْمَلْ صَالِحاً نُّؤْتِهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقاً كَرِيماً﴾(سورہ احزاب:۳۱)

اور تم (ازواج نبی) میں سے جو کوئی اللہ کی اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے گی اور نیک کام کرے گی ہم اسے اجر (بھی) دوہرا دیں گے اور اس کے لیے ہم نے بہترین روزی تیار کر رکھی ہے۔

اس آیت میں دوہرے اجر اور رزق کریم کے لیے جو شرط رکھی گئی ہے وہ اللہ ورسول کی اطاعت اور عمل صالح کی ہے۔ ازواج مطہرات کی زندگیوں کی جو تفصیلات تاریخ، سیرت اور حدیث وغیرہ کی کتابوں میں باسانید صحیحہ موجود ہیں وہ واضح الفاظ میں بتلاتی ہیں کہ یہ تمام ازواج سیرت وکردار، تقویٰ وطہارت، اور اعمال صالحہ میں نمونہ تھیں۔ انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے قرآن وحدیث کی روایت کے ساتھ ساتھ ان پر عمل کر کے بھی دکھایا اور ایک دائرہ کے اندر دعوت وتبلیغ اور علم کی نشر واشاعت کا کام بھی کیا۔ لہٰذا وہ ہر اعتبار سے وعدہ الٰہی اور رزق کریم کی مستحق ہیں۔ واضح رہے کہ رزق کریم سے مراد جنت ہے۔ گویا یہ آیت ان کے لیے جنت کی بشارت پر بھی مشتمل ہے۔ اس سے بڑی فضیلت اور منقبت کیا ہو سکتی ہے۔ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

﴿...رِزْقاً كَرِيماً﴾ اى فى الجنة، فإنهن فى منازل رسول الله صلى الله عليه وسلم ....(۳)

واضح رہے کہ متعدد ازواج مطہرات کے بارے میں احادیث صحیحہ میں صراحت کے ساتھ جنت کی بشارت موجود ہے۔ اس کے علاوہ اہل علم کا تقریباً اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی یہ ازواج آخرت میں اور جنت میں بھی آپ کی ازواج ہوں گی۔

---

(۱) تفسیر قرطبی:۱۴/۱۱۵ (جلد ۷) (۲) معارف القرآن: ۷/۱۲۹۔

(۳) تفسیر ابن کثیر:۳/۶۳۵-۶۳۶۔

۵- قوله تعالى: ﴿يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ﴾ (سورہ احزاب:۳۲)

اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو۔

اس آیت کریمہ میں بھی واضح لفظوں میں ان ازواج کو دوسری خواتین کے بالمقابل شرف وامتیاز کا حامل قرار دیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

" يريد : ليس قدركن عندى مثل قدر غيركن من النساء الصالحات۔ انتم اكرم علي وثوابكن اعظم لدي۔"(۱)

یعنی اللہ تعالیٰ یہ فرمارہا ہے کہ تمہارا مرتبہ میرے نزدیک دوسری نیک عورتوں کے مقام ومرتبہ کی طرح نہیں ہے بلکہ تم میرے نزدیک زیادہ محترم ہو اور تمہارا اجروثواب میرے یہاں زیادہ ہے۔

اس جملہ میں ازواج مطہرات کے فضل وکمال کو کس تاکیدی پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے اس کا اندازہ لگانے کے لیے اس جملہ پر لغوی اور نحوی اعتبار سے بھی غور کرنا چاہیے۔ کتب نحو میں جگہ جگہ یہ قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ " النكرة فى سياق النفى تعم او تفيد العموم" یعنی نفی کے ضمن میں جب کوئی نکرہ آتا ہے تو اس کے اندر عموم ہوتا ہے یعنی جملہ افراد کو محیط ہوتا ہے۔ اس قاعدے کی روشنی میں اس آیت کے الفاظ اور مدلولات پر غور کریں ''النساء میں جنس انوثیت کا ہر ایک فرد شامل ہے اور کوئی عورت ذات بھی اس سے باہر نہیں جاتی۔ پھر لفظ ''احد'' بھی موجود ہے اور جب نفی کے لیے لفظ احد استعمال کیا جاتا ہے تو اس وقت نفی بدرجہ اتم ہوتی ہے۔ غور کرو ''ولم یکن لہ کفوا احد'' (اللہ کا کوئی بھی کفو نہیں) غرض نفی میں احد کا استعمال کسی استثناء کا موقع نہیں رہنے دیتا۔ اس لیے ثابت ہوگیا کہ ازواج النبی کا درجہ ہر ایک عورت سے بالاتر وممیز اور شان خاص کا ہے۔''(۲)

۶- قوله تعالى: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً﴾ (سورہ احزاب:۳۳)

اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کی گھر والیو! تم سے وہ (ہر قسم کی) گندگی کو دور کردے اور تمہیں خوب پاک کردے۔

اس آیت میں اہل بیت سے کون لوگ مراد ہیں اس کی تعیین میں اختلاف ہے۔ حالانکہ آیت کا سیاق وسباق واضح طور پر بتلا رہا ہے کہ اس سے مراد وہی ازواج نبی ہیں جن کو اس آیت کے شروع میں (وَقَرْنَ فِيْ بُيُوتِكُن...) اور اس سے پہلے والی آیتوں میں اور اس کے بعد والی آیت میں مخاطب کیا گیا ہے۔ البتہ بعض ثابت وصحیح روایات کی بنا پر دیگر اہل بیت بالخصوص حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بھی اس میں داخل مانا جائے گا۔ اس طرح قرآن کے منطوق اور شارح قرآن (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیان کردہ تفسیر دونوں کے ساتھ انصاف ہوگا۔

(۱) تفسیر بغوی:۵۶۰/۳۔ (۲) رحمۃ للعالمین:۱۳۵/۲۔

مفسرین اور سیرت نگاروں نے اس مقام پر مختلف لغوی، شرعی اور عقلی دلائل سے ان لوگوں کے موقف کی تغلیط کی ہے جو اس آیت کا مصداق صرف ''پنج تن پاک'' کو قرار دیتے ہوئے ازواج مطہرات کو اس سے خارج کر دیتے ہیں۔اس بحث کو یہاں درج کرنا بڑی طوالت کا باعث ہوگا۔اس تفصیل کے لیے کتب تفسیر وحدیث کی طرف مراجعت کی جاسکتی ہے۔اس لیے اس سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کا ایک اقتباس نقل کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔علامہ موصوف لکھتے ہیں:

''سنت کتاب اللہ کی تفسیر وتشریح کرتی اور اس پر دلالت کرتی ہے اور اس کے بیان کو واضح کرتی ہے۔پس جب اللہ کے رسول نے یہ فرمایا کہ "اللهم هؤلاء اهل بيتى" باوجود ے کہ قرآنی سیاق وسباق اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آیت میں خطاب ازواج مطہرات سے ہے تو ہم یہ سمجھ گئے کہ قرآنی بیان کی رو سے یہ آپ کے اہل بیت میں سے ہیں مگر یہ لوگ (حضرت علی، حضرت فاطمہ..وغیرہ) بھی اس کے حق دار ہیں کہ آپ کے اہل بیت ہوں۔کیوں کہ نسبی رشتہ سسرالی رشتہ سے زیادہ مضبوط ہوتا ہے۔اہل عرب اس طرح کا اسلوب بیان اختصاص بالکمال کے لیے اختیار کرتے ہیں نہ کہ اختصاص باصل الحکم کے لیے۔'' (۱)

۷- قوله تعالى: ﴿وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِيْ بُيُوتِكُنَّ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيْفاً خَبِيْراً﴾ (سورہ احزاب:۳۴)

اور (اے نبی کی بیویو!) تمہارے گھروں میں اللہ کی جو آیتیں اور رسول کی جو احادیث پڑھی جاتی ہیں ان کا ذکر کرتی رہو۔یقیناً اللہ تعالیٰ لطف کرنے والا خبردار ہے۔

ابن جریر طبری آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:''تمہارے گھروں میں کتاب وحکمت کی جو آیتیں پڑھی جاتی ہیں ان کا ذکر کرو۔بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر مہربان ہے کہ اس نے تمہیں ان گھروں میں رکھا جہاں اس کی آیات وحکمت کی تلاوت ہوتی ہے۔اور اللہ تم سے باخبر تھا جب اس نے تمہیں اپنے رسول کی بیویاں منتخب فرمایا۔'' (۲)

ابن کثیر ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيْفاً خَبِيْراً﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اللہ کی تمہارے اوپر مہربانی تھی جو تم اس مقام ومرتبہ کو پہنچیں اور اللہ نے تمہیں اس کا اہل جان کر یہ مرتبہ تمہیں خصوصیت کے ساتھ عطا فرمایا۔''(۳)

''اس آیت میں ''بیوت'' کو ضمیر جمع مؤنث ''کن'' کی طرف مضاف کیا گیا ہے اور اسی سورہ کے رکوع ۷ میں ﴿لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِي﴾ (سورہ احزاب:۵۳) فرما کر ان بیوت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب مضاف فرمایا گیا ہے۔اور یہ

(۱) فضل أهل البيت وحقوقهم، ابن تیمیہ، ص:۲۰-۲۱۔
(۲) تفسیر طبری:۱۴/۲۲۔ (۳) تفسیر ابن کثیر:۶۴۲/۳۔

امر اتحاد زوجین طیبین پر دلیل صریح ہے کہ ایک دفعہ ان گھروں کو نبی کے گھر بتایا اور ایک دفعہ انہی گھروں کو ازواج کے گھر بتایا۔

اب آیت بالا پر غور کرو کہ ازواج نبی کے بیوت (گھروں) کی اللہ پاک نے کس قدر صفت وثناء فرمائی ہے۔ان گھروں کو مہبط وحی الٰہی بتایا، ان گھروں کو حکمت ربانی کا گہوارہ ٹھہرایا۔سب جانتے ہیں کہ مکان کی عزت مکین سے ہوتی ہے۔اب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت ربانیہ اور حرمت الٰہیہ کا قیاس خود ہی کر لیجیے۔بے شک یہ ایک بڑی فضیلت ہے۔''(۱)

۸- قوله تعالیٰ: ﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ .... ﴾ (سورہ احزاب:۵۰)

اے نبی! ہم نے آپ کے لیے وہ بیویاں حلال کر دی ہیں جنہیں تو ان کے مہر دے چکا ہے.......

علامہ منصور پوری اس جملے سے ازواج مطہرات کی فضیلت کا استنباط کرتے ہوئے لکھتے ہیں؛

''زن ومرد تزویج کے بعد زن وشوہر بن جاتے ہیں، خواہ یہ تزویج اسلام کے مطابق ہو یا مذہب غیر اسلام کے مطابق ہو جس کے پابند یہ زن ومرد اس وقت تھے۔لیکن کوئی زن وشوہر دعویٰ سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس عقد کا درگاہ رب العزت میں کیا درجہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ .. ﴾ کا حکم فرقانی دے کر اعلان فرما دیا کہ نبی کی بیویوں کا ازواج النبی ہونا بہ منظوری رب العالمین ہے۔اور ظاہر ہے کہ یہ منظوری فی الواقع ان کے لیے فضیلت عظیمہ ہے۔'' (۲)

۹- قوله تعالیٰ: ﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ أَن تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَن تَنكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِن بَعْدِهِ أَبَداً إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِندَ اللَّهِ عَظِيماً﴾ (سورہ احزاب:۵۳)

نہ تمہیں یہ جائز ہے کہ تم رسول اللہ کو تکلیف دو اور نہ تمہیں یہ حلال ہے کہ آپ کے بعد کسی وقت بھی آپ کی بیویوں سے نکاح کرو۔(یاد رکھو) اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

آیت کریمہ کے اس ٹکڑے میں دو باتوں پر تنبیہ فرمائی گئی ہے ایک یہ کہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف نہ پہونچائی جائے، دوسرے آپ کے بعد آپ کی بیویوں سے نکاح نہ کیا جائے۔ازواج مطہرات سے نکاح کی حرمت ایک تو اس وجہ سے ہے کہ وہ امتیوں کی مائیں ہیں، دوسرے اس لیے کہ وہ دنیا وآخرت دونوں جگہ رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ہیں۔ابن کثیر فرماتے ہیں:

''تمام علماء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جن ازواج مطہرات کو چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ان سے نکاح کرنا دوسروں کے لیے حرام ہے، کیوں کہ وہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ آپ کی بیویاں ہیں اور یہ کہ مومنین کی مائیں ہیں۔''(۳)

(۱) رحمۃ للعالمین:۲/۱۳۸۔ (۲) رحمۃ للعالمین:۲/۱۳۵۔

(۳) تفسیر ابن کثیر:۳/۶۶۸۔

امام قرطبی فرماتے ہیں:

’’یہ (امہات المؤمنین) قطعی طور پر آخرت میں بھی آپ کی بیویاں ہوں گی، برخلاف دوسرے لوگوں کے، کیوں کہ کوئی شخص نہیں جانتا کہ آخرت میں وہ اور اس کی زوجہ ایک ہی جگہ ہوں گے یا نہیں۔ اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ ان میں سے ایک جنت میں ہو اور دوسرا جہنم میں.....‘‘(۱)

قاضی منصور پوری اس مقام پر یوں رقم طراز ہیں:

’’.....آیت میں قابل غور بات یہ ہو کہ مؤمنین کو پہلے تو ایذائے رسول سے روکا گیا ہے اور پھر خصوصیت کے ساتھ حقوق ازواج النبی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہوگیا کہ ایذائے رسول ﷺ کی جس قدر اقسام ہوسکتی ہیں ان سب میں زیادہ سخت وہ صورت ہوگی جس میں ازواج النبی کی شان کے خلاف کوئی رویہ اختیار کیا گیا ہو۔ کیوں کہ قرآن پاک نے ایذائے رسول اللہ ﷺ کے تحت میں خصوصیت سے اس جزئی کا ذکر فرمایا ہے۔‘‘(۲)

۱۰- قوله تعالى: ﴿الْخَبِيْثَاتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبَاتِ أُوْلَئِکَ مُبَرَّؤُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيْمٌ﴾ (سورہ نور:۲۶)

خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لائق ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لائق ہیں، اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لائق ہیں، اور پاک مرد پاک عورتوں کے لائق ہیں۔ ایسے پاک لوگوں کے متعلق جو کچھ بکواس (بہتان باز) کررہے ہیں وہ ان سے بالکل بری ہیں، ان کے لیے بخشش ہے اور عزت والی روزی۔

الْخَبِيْثَات اور الطَّيِّبَاتُ کا ایک معنی تو وہی ہے جو اوپر آیت کے ترجمہ میں مذکور ہوا۔ ان کلمات کی ایک دوسری تفسیر بھی مروی ہے۔ خبیثات سے مراد ناپاک باتیں اور طیبات سے مراد پاکیزہ باتیں۔(۳)

تفسیر اول کے اعتبار سے یہ آیت ازواج مطہرات اور نبی اکرم ﷺ دونوں کی فضیلت پر دال ہے۔ کیوں کہ نبی ﷺ طیب ہی نہیں بلکہ اطیب تھے، لہٰذا ان کے مناسب طیبہ (حضرت عائشہ) اور طیبات (جملہ ازواج مطہرات) ہی ہوں گی۔

واضح رہے کہ یہ آیت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان تراشی کے رد میں نازل ہونے والی آیتوں ہی کا ایک حصہ ہے، لہٰذا اس میں اشارہ آپ ہی کی ذات کی طرف ہے۔ لیکن چونکہ لفظ میں عموم ہے اس لیے جملہ ازواج اس میں داخل ہوسکتی ہیں۔

علامہ فخر الدین رازی فرماتے ہیں:

(۱) تفسیر قرطبی: ۱۴۹/۱۱۔ (۲) رحمۃ للعالمین: ۱۳۸/۲۔

(۳) ملاحظہ ہوں کتب تفسیر۔

’’گویا اللہ رب العالمین نے یہ بیان فرمایا کہ پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی پاک اور پاکیزہ نہیں ہوسکتا، ایسی صورت میں آپ کی بیویاں بھی پاکیزہ ہی ہوں گی۔‘‘(۱)

۱۱- قوله تعالى: ﴿تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ أَزْوَاجِکَ ..﴾ (سورہ تحریم:۱)

(اے نبی) آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی کا اہتمام کرتے ہیں۔

صاحب رحمۃ للعالمین نے آیت کے اس ٹکڑے سے ازواج مطہرات کی فضیلت مستنبط فرمائی ہے، ملاحظہ ہو آپ کا استدلال:

’’یہ ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کے افعال غلطی کے شائبہ سے بالاتر ہیں۔ پس جب حضور ﷺ ان پاک بیویوں کی خوشنودی کے جویا رہتے تھے تو یہ امر ان کی فضیلت پر مثبت ہوا۔

کسی شخص کو یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ اس سے پہلے یہ الفاظ موجود ہیں: ﴿ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ ﴾ کیوں کہ ان الفاظ میں (لِمَ) کا اثر (تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَکَ) پر ہے۔ (تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ أَزْوَاجِکَ) پر اس کا ذرا اثر نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا کہ (ياايها النبى لم تبتغى مرضات ازواجك) ظاہر ہے کہ ایسا نہیں فرمایا گیا۔ پس آیت کی تفسیر یہ ہوئی کہ آپ ان کی خوشی کے لیے سب کچھ کرسکتے ہیں بشرطیکہ کسی حلال چیز کو حرام ٹھہرانے کی نوبت نہ آئے، جیسا کہ حضور ﷺ نے شہد کے استعمال کو ترک کرنے کا ارادہ صرف اس گمان سے فرمالیا تھا کہ ایک بیوی کو شہد کی بو گوارا نہیں۔

اس تفسیر سے صاف طور پر واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی نبی ﷺ کو مرضات ازواج کی اجازت فرمادی ہے اور فی الواقع یہ اجازت تدبیر منزل اور حسن معاشرت زوجین کی جان ہے، اور جو حد قائم فرمادی گئی ہے وہ بھی اسی قدر ضروری ہے تاکہ کوئی شخص صرف خوشنودی زوج کے لیے تحریم حلال میں نہ پڑ جائے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جب تحریم حلال کی اجازت نہیں دی گئی تو تحلیل حرام کی اجازت تو قطعاً نہیں ہوسکتی۔ اس لیے ایک عظیم الشان مسئلہ بھی طے ہوگیا اور دنیا کو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ نبی ﷺ کا بہترین سلوک اپنی بیویوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے علم اور حکم کے ساتھ کیسا اعلیٰ تھا کہ ہر ایک شوہر کو اس نمونہ پر چلنا چاہیے۔ پس یہ آیت ازواج النبی ﷺ کی فضیلت میں ہے۔‘‘(۲)

(جاری)

☆☆☆

(۱) تفسیر الرازی:: ۱۹۵/۲۳۔ (۲) رحمۃ للعالمین: ۱۳۵/۲-۱۳۶۔

فتنۂ دجال

مولانا خورشید عالم مدنی / پٹنہ

اللہ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہماری ہدایت کے لیے محمد ﷺ کو مبعوث کیا، جنھوں نے ہر قسم کی بھلائیوں کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی اور ہر قسم کی گمراہیوں اور فتنوں سے ہمیں آگاہ فرمایا، انھوں نے جس عظیم فتنہ سے ہمیں ڈرایا وہ مسیح دجال کا فتنہ ہے، جس کا ذکر کرتے ہوئے رسول گرامی نے فرمایا: "إني لأنذركموه وما من نبي إلا وقد أنذره قومه" (بخاری: ۷۱۲۷) میں تمہیں اس سے ڈرا رہا ہوں اور تمام نبیوں نے بھی اپنی امتوں کو اس سے ڈرایا اور خبردار کیا ہے۔

احادیث میں اس کے دو نام ہیں، دجال و مسیح دجال، مسیح کا اطلاق مسیح الہدایۃ حضرت عیسی علیہ السلام پر ہوتا ہے اور مسیح ضلالت کا اطلاق ''مسیح الدجال'' پر بھی کیا جاتا ہے۔ حضرت عیسی بن مریم کو مسیح اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ مریض پر ہاتھ پھیرتے تھے اور وہ شفایاب ہو جاتا تھا اور دجال کو مسیح اس لیے کہ وہ ممسوح ایک آنکھ کا کانا ہوگا یا مسح کے معنی میں یعنی وہ مکہ و مدینہ چھوڑ کر دنیا کے شہروں کی سیر کرے گا اور دجال کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ بہت جھوٹا، مکار اور فریبی ہوگا، حق کو چھپائے گا اور باطل کا اظہار کرے گا۔

اس کے اوصاف یہ ہوں گے کہ وہ نوجوان ہوگا، گورا سرخی مائل ہوگا، پست قد ہوگا، اس کی ٹانگ ٹیڑھی اور پھیلی ہوگی، بال گھونگھریالے ہوں گے، پیشانی کشادہ ہوگی، گردن چوڑی ہوگی، داہنی آنکھ کا کانا ہوگا، اس کی کوئی اولاد نہ ہوگی، اس کی پیشانی پر (ک ف ر) لکھا ہوگا جسے ہر مومن (پڑھا لکھا ہو یا جاہل) پڑھ لے گا۔

اس کا دعوی ہوگا کہ وہ رب ہے، لوگوں کو اپنے اوپر ایمان لانے کی دعوت دے گا، اپنے دعوی کے ثبوت میں لوگوں کو مارے گا، زندہ کرے گا، اس کے حکم سے آسمان سے بارش ہوگی اور زمین خوب پودے اور سبزی اگائے گی، اس کے پاس جنت اور جہنم ہوگی لیکن حقیقت میں اس کی جنت جہنم اور جہنم جنت ہوگی، جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے۔

اس کا فتنہ کائنات کا سب سے بڑا فتنہ ہوگا، اس کے فتنہ سے مکہ اور مدینہ کے علاوہ کوئی شہر محفوظ نہیں رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ اپنی ہر نماز میں اس سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے علاوہ ازیں اس کی واضح اور کھلی نشانیاں بتادی ہیں تاکہ اسے لوگ پہچان لیں، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ زمین میں تیزی سے منتقل ہوگا "كالغيث استدبرته الريح" اس تیز بارش کی طرح جس کے پیچھے تیز ہوا ہو۔ (مسلم: ۲۹۳۷)

دجال کہاں سے اور کب نکلے گا:

اس کے خروج سے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "الدجال يخرج من أرض بالمشرق يقال لها

خراسان" (ترمذی) اس کا خروج ایران کے شہر خراسان سے ہوگا، دوسری حدیث میں فرمایا: "يخرج الدجال من يهودية أصبهان معه سبعون ألفا من اليهود" (فتح الربانی ترتیب مسند احمد:۲۴/۷۳، فتح الباری:۱۳/۹۱) اصبہان کے یہودیوں میں سے دجال نکلے گا، اس وقت اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے۔

آج جب ہم اسرائیل اور ایران کے گہرے مذہبی، فوجی اور اقتصادی تعلقات کا جائزہ لیتے ہیں تو الصادق المصدوق نبی کریم ﷺ کے اس فرمان عالی کی صداقت وحقانیت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ آج حال یہ ہے کہ ۱۲۰۰ اسرائیلی کمپنیاں ایران کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم کیے ہوئے ہیں۔ صرف طہران میں اسرائیل کے ۲۰۰ سے زائد کنائس ہیں جبکہ سنی مسلمانوں کی ایک بھی مسجد نہیں ہے۔ دو تہائی اسرائیلی فوج ایرانی یہودی ہیں۔ یہ ایران اسرائیل کو مواطن ومہاجر سمجھتا ہے اور یہاں تیس ہزار یہودی ہیں، اسرائیل کے بعد یہ یہودیوں کا سب سے بڑا ملک سمجھا جاتا ہے۔ اس کے باوجود یہ ایران کس طرح عرب کو دھوکہ دے رہا ہے کہ وہ اسرائیل کا دشمن ہے۔

احادیث میں دجال کے نکلنے کا کوئی متعین سال نہیں بیان کیا گیا ہے، البتہ اس کے خروج کے قریب کی کچھ علامتیں بیان کی گئی ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

۱- عرب کی قلت: حضرت ام شریک بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے نبی ﷺ کو فرماتے سنا: "لينفرن الناس من الدجال في الجبال، قالت أم شريك يا رسول الله فأين العرب يومئذ، قال: هم قليل" (مسلم:۲۹۴۴) یعنی لوگ دجال کے خوف سے پہاڑوں میں چلے جائیں گے تو انھوں نے پوچھا اس وقت عرب کہاں ہوں گے، آپ ﷺ نے فرمایا ان کی تعداد بہت تھوڑی ہوگی۔

۲- قسطنطنیہ کی فتح: جب مسلمان قسطنطنیہ فتح کرلیں گے اور اپنی تلواریں زیتون کے درخت سے آویزاں کرکے مال غنیمت کی تقسیم میں مشغول ہوں گے تو اس وقت ایک شیطانی آواز سنائی دے گی کہ دجال تمہارے اہل وعیال کے پاس پہنچ چکا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ تیزی سے نکل کر واپس ہوں گے۔ (صحیح مسلم:۲۸۹۷-۲۸۹۹)

۳- قحط سالی: لوگ قحط سالی میں مبتلا ہوں گے، بارش رک جانے کی وجہ سے مسلمان شدید آزمائش میں مبتلا ہوں گے، اور اس وقت وہ تسبیح وتہلیل کا اہتمام کرتے ہوں گے، اور یہی تسبیحات ان کے اکل وشرب کا بدل ہوں گی۔ (صحیح الجامع)

دجال کے پاس اپنی کوئی طاقت نہ ہوگی، اس کی ساری طاقتیں اللہ کی دی ہوئی ہوں گی جو مومن بندوں کی آزمائش کے لیے ہوں گی، وہ تو انتہائی ضعیف، بے بس وعاجز ہوگا ایسا کہ وہ اپنی آنکھ بھی ٹھیک نہیں کر پائے گا۔

دجال کی خدائی کا دعوی تو دیکھئے
اپنی تو ایک آنکھ وہ پیدا نہ کر سکا

''کافر'' کو پیشانی سے کھرچ نہیں سکے گا، اپنی ٹانگ درست نہیں کر پائے گا، ہزار کوشش کے باوجود وہ مکہ اور مدینہ میں

داخل نہیں ہوسکے گا، اس کی کمزوری وبے بسی کا یہ عالم کہ وہ عیسی علیہ السلام کو دیکھتے ہی نمک کی طرح پگھلنا شروع ہوجائے گا، اس کی ان ہی خامیوں کو دیکھ کر مومن بندوں کو یقین ہوجائے گا کہ یہ کذاب ودجال ہے، کیوں کہ ہمارا رب تو ہر قسم کے نقص وعیب سے پاک ہے، سبحان اللہ العظیم۔

دجال کی مدت اوراس کے پیروکار:

دجال زمین پر چالیس دنوں تک رہے گا، ارشادنبوی ہے: "أربعون يوما، يوم كسنة، ويوم كشهر، ويوم كجمعة وسائر أيامه كأيامكم، قلنا يا رسول الله فذلك اليوم الذي كسنة أتكفينا فيه صلاة يوم؟ قال: لا، قدروا له قدره" (مسلم، باب ذکرالدجال: ۲۱۳۷) یعنی پہلا دن ایک سال کے برابر، دوسرا دن ایک مہینہ کے برابر، اور تیسرا دن ایک ہفتہ کے برابر ہوگا، اس کے بعد کے ایام تمہارے روز وشب کے برابر ہوں گے، لوگوں نے پوچھا اللہ کے رسول! پہلا دن جو ایک سال کے برابر ہوگا کیا اس میں پانچ وقت کی نمازیں کافی ہوں گی؟ تو آپ نے فرمایا: اپنے روز وشب کا اندازہ کرکے نماز پڑھنا۔ گویا ہمارے موجودہ شب وروز کے مطابق اس کی مدت ایک سال دومہینہ دوہفتہ کی ہوگی۔

اس کے پیروکار زیادہ یہودی، کافرومنافق، دیہاتی جاہل، کمزور ایمان والے مرداورعورتیں، خوارج اور منکرین تقدیر ہوں گے۔

یہودی کی دلیل: أن رسول الله ﷺ قال يتبع الدجال من يهود أصبهان، سبعون ألفا عليهم الطيالسة" (مسلم، کتاب الفتن: ۲۹۴۴) (ایران کے شہر) اصفہان کے ستر ہزار یہودی دجال کی پیروی کریں گے وہ سیاہ چادریں اوڑھے ہوئے ہوں گے۔

کافرومنافق: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "يجيئ الدجال حتى ينزل في ناحية المدينة، ثم ترجف المدينة، ثلاث رجفات، فيخرج اليه كل كافر ومنافق" (بخاری: کتاب الفتن: ۷۱۲۴) دجال مدینہ کے قریب پہنچے گا تو مدینہ تین بار کانپے گا اس کے نتیجے میں وہاں کے تمام کافرومنافق نکل کر اس کی طرف چلے جائیں گے۔

عام قسم کے دیہاتی: حدیث میں آتا ہے کہ وہ دیہاتی سے کہے گا کہ اگر میں تمہارے والدین کو دوبارہ زندہ کردوں تو تم میرے رب ہونے کی گواہی دوگے؟ وہ کہے گا ہاں، پھر وہ دوشیطان کو اس کے ماں باپ کی شکل بنادے گا، وہ دونوں کہیں گے: بیٹے! اس کی پیروی کرو، یہ تیرا رب ہے۔ (صحیح الجامع الصغیر: ۷۸۷۵)

عورتیں: مسند احمد میں عثمان بن ابی العاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دجال کے ساتھ دینے والے زیادہ تر یہودی اورعورتیں ہوں گی۔ (۲۱۶/۴)

منکرین تقدیر: خذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے فرفوعا روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا جو کہتے ہیں کہ تقدیر کوئی چیز نہیں۔ "هم شيعة الدجال وحق على الله أن يلحقهم بالدجال" وہ دجال کی

جماعت ہے اور اللہ ضرور اسے دجال سے ملادے گا۔ (الابانۃ عن شریعۃ الفرقۃ الناجیۃ: ۹۸)

کیا دجال موجود ہے؟:

دجال قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، وہ باحیات اور موجود ہے، بعثت محمدی کے زمانے میں اور آج تک وہ زندہ اور موجودہ ہے اور اپنے وقت خروج تک وہ زندہ رہے گا، اس کی دلیل تمیم داری رضی اللہ عنہ کی وہ خبر ہے جس کی تصدیق رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے، حضرت تمیم نے اسے ایک جزیرہ میں زنجیروں میں جکڑا ہوا زندہ موجود پایا اور یہی ان کے اسلام قبول کرنے کا سبب بنا، ملاحظہ ہو: (صحیح مسلم کتاب الفتن، ترمذی کتاب الفتن، ابوداود، کتاب الملاحم)

دجال سے متعلق حدیثیں تواتر سے ثابت ہیں، اس لیے ان پر ایمان لانا واجب ہے، رسول اللہ ﷺ نے یہ پیش گوئی فرمائی ہے کہ کچھ لوگ اس کی تکذیب کریں گے: "إنه سيكون من بعدكم قوم يكذبون بالرجم وبالدجال وبالشفاعة وبعذاب القبر" (مسند احمد: ۲۲۳/۱) تمہارے بعد کچھ لوگ ہوں گے جو رجم، دجال، شفاعت اور عذاب قبر کی تکذیب کریں گے۔

چنانچہ یہ خوارج، جہمیہ، معتزلہ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ دجال دجل سے ماخوذ ہے، یہ ایک خبیث کا رمز ہے، ہر خبیث انسان دجال ہے، انھوں نے عقلی دلیلوں سے ان نصوص شرعیہ کا رد کیا ہے اور کہا کہ اس کے متعلق جو حدیثیں ہیں وہ موضوع اور عقل کے خلاف ہیں، سبحانك هذا بهتان عظيم.

فتنۂ دجال سے حفاظت:

دجال کے فتنہ سے محفوظ رہنے سے متعلق احادیث میں کچھ ہدایات موجود ہیں:

۱- اسلام کو مضبوطی سے تھام لیں، اپنے ایمان کو مضبوط رکھیں، شریعت کا علم زیادہ سے زیادہ حاصل کریں، دجال اور اس کے فتنے کی مکمل واقفیت حاصل کریں۔

۲- اپنی نمازوں میں دجال کے فتنے سے اللہ کی پناہ طلب کریں، رسول گرامی فرماتے ہیں: "إذا تشهد أحدكم فليستعذ بالله من أربع يقول اللهم اني أعوذ بك من عذاب جهنم ومن عذاب القبر ومن فتنة المحيا والممات ومن شر فتنة المسيح الدجال" (مسلم: ۵۸۸) یعنی تشہد میں چار چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگو، جہنم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے، زندگی اور موت کے فتنے سے اور مسیح دجال کے فتنہ کے شر سے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "سمعت رسول الله ﷺ يستعيذ في صلاته من فتنة الدجال" (بخاری: ۱۲۹/۷) میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ اپنی نماز میں دجال کے فتنے سے پناہ مانگتے تھے۔

۳- سورہ کہف کے اوائل یا اواخر کی دس آیتوں کا حفظ کرنا "من حفظ عشر آيات من أول سورة الكهف عصم من الدجال" (مسلم: ابوداود، ترمذی) جو شخص سورہ کہف کی ابتدائی دس آیتیں یاد کرے گا وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ

رہے گا۔

"فمن أدركه منكم فليقرأ عليه فواتح سورة الكهف" (مسلم:۲۱۳۷) دجال اگر آجائے تو اس وقت سورہ کہف کی ابتدائی آیتیں پڑھنا۔

۴- مکہ اور مدینہ میں رہائش اختیار کرنا کیونکہ وہ ان شہروں میں داخل نہیں ہوگا۔

۵- دجال سے متعلق حدیثوں کو پھیلانا اور انھیں بچوں اور عام لوگوں کو سکھلانا۔

اور جب دجال کا خروج ہو تو درج ذیل ہدایات پر عمل کریں:

۱- دجال سے دور رہیں، اس کے قریب نہ ہوں، ارشاد نبوی ہے: "من سمع الدجال فلينأ عنه فوالله ان الرجل ليأتيه وهو يحسب أنه مؤمن فيتبعه مما يبعث به من الشبهات" (ابوداود، کتاب الملاحم) جو دجال کی آمد کی خبر سنے وہ اس سے دور رہے۔ اللہ کی قسم آدمی اس کے پاس جائے گا تو اس کو مومن سمجھ لے گا اور شبہات میں مبتلا ہو کر اس کی پیروی کرنے لگے گا۔

۲- دجال کی آگ میں کود جائے، اس لیے کہ وہ تو ٹھنڈا اور شیریں پانی ہے، "فمن أدرك ذلك منكم فليقع في الذي يراه نارا فانه ماء عذب طيب" (مسلم:۲۹۳۵)

۳- اس وقت جو مسلم گروہ ہو اس کے ساتھ ہو جائیں، اس لیے کہ جب حضرت عیسی بن مریم دجال کو قتل کرنے کے لیے آئیں گے تو وہ اس مسلم جماعت کی قیادت کر رہے ہوں گے۔

دجال کی ہلاکت:

اس کی ہلاکت مسیح ہدایت عیسی علیہ السلام کے ذریعہ ہوگی، اس وقت مسلمان مسجد اقصی میں پناہ گزیں ہوں گے اور دجال سے مقابلہ کی تیاری کر رہے ہوں گے کہ اچانک حضرت عیسی علیہ السلام نزول فرمائیں گے، مسلمانوں کے ساتھ نماز فجر ادا کریں گے اور اس کے بعد مسجد کا دروازہ کھول دینے کا حکم دیں گے تاکہ دجال اور اس کے پیروکار داخل ہوں اور ان سے مقابلہ کریں، اتنے میں دجال کی نظر آپ پر پڑے گی اور وہ وہاں سے راہ فرار اختیار کرے گا لیکن فلسطین کے مشرق میں ''باب لد'' کے پاس (جہاں اسرائیل کا ایئرپورٹ) ہے وہ اسے پکڑلیں گے وہ دیکھتے ہی نمک کی طرح پگھلنے لگے گا، لیکن حضرت عیسی علیہ السلام تیر پھینک کر اس کو قتل کر دیں گے اور اس کا خون بھی لوگوں کو دکھا دیں گے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں: صحیح مسلم کتاب الفتن: ۲۸۹۷) اس سے اس کے متبعین شکست کھا جائیں گے، یہاں تک کہ درخت اور پتھر مسلمانوں کو یہودیوں کے قتل کی دعوت دیں گے، عیسائیت اور یہودیت کا خاتمہ ہو جائے گا، ساری دنیا میں اہل اسلام باقی رہ جائیں گے، امن وسلامتی کا دور ہوگا۔ دجال کے قتل کے بعد جہاد ختم ہو جائے گا۔

☆☆☆

اولیاءاوران کی کرامات:ایک تحقیقی جائزہ

مولانا محمد ایوب سلفی/ استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس (۳-۳)

کرامات اولیاءاور شیطانی احوال کے درمیان فرق:

ذیل میں کرامات اولیاءاور شیطانی احوال کے درمیان فرق کرنے کے چند ضوابط ذکر کیے جارہے ہیں:

☆ کرامت ولی کا سبب اور ذریعہ اللہ کی سچی ولایت ہے جو تقوی اورایمان کامل سے حاصل ہوتی ہے اگر کسی غیر مومن وغیر متقی اور فاسق وفاجر کے ذریعہ کسی مافوق العادۃ فعل کا ظہور ہوتو اسے شیطانی فعل ہونے میں کوئی شک نہیں، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’اگر تم کسی کو پانی کی سطح پر چلتے ہوئے یا ہوا میں اڑتے ہوئے دیکھوتو اس سے دھوکا نہ کھاؤ بلکہ اس کے اعمال وافعال کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر پیش کرو اس کے بعد ہی کوئی فیصلہ کرو۔(دیکھئے: قاعدۃ فی المعجزات والکرامات)

ابو یزید بسطامی کے اقوال زریں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ’’ اللہ کی بہت ساری مخلوقات ہیں ان میں سے کچھ لوگ پانی پر چلتے ہیں پھر بھی اللہ کے نزدیک ان کی کوئی قدر ومنزلت نہیں اگر تم لوگ کسی کو دیکھو کہ اسے کرامات سے نوازا گیا ہے حتی کہ وہ ہواؤں میں اڑتا ہے تو تم اس کے بہکاوے میں نہ آؤ، یہاں تک کہ اسے دیکھ لو کہ اوامر ونواہی کے معاملہ میں وہ کیسا ہے حدود شرع کی حفاظت کرنے والا ہے یا نہیں۔(دیکھئے سیر أعلام النبلاء:۸۸/۱۳ والحلیۃ:۴۰/۱۰)

☆ جھوٹ اور فریب پرمبنی خوارقات کے برعکس کرامات اولیاء صداقت پرمبنی ہوتی ہیں، ارشاد ربانی ہے: ﴿قل هل أنبئكم على من تنزل الشيطان تنزل على كل أفاك أثيم﴾ (الشعراء:۲۲۱،۲۲۲)

تمھیں بتلاؤں کہ شیاطین کن لوگوں پر نازل ہوتے ہیں وہ ہر دروغ گو، بدکردار اور گنہ گار پر اترتے ہیں۔

☆ شیطانی خوارقات دراصل ایسی تصرفات ہیں جنھیں انسان وجنات بھی کرسکتے ہیں، شیاطین انسانوں کی آنکھوں سے پوشیدہ رہ کر مختلف قسم کے تصرفات کرتے رہتے ہیں، کوئی چیز ادھر سے ادھر کرتے، کسی کو تکلیف پہنچاتے اور کسی کو قتل کردیتے ہیں، ان سے ایک جنس کو دوسرے جنس میں بدل دینے کا عمل سرزد نہیں ہوتا، ایسے امور جن کی انجام دہی صرف اللہ کی قدرت میں ہے، شیاطین اس قسم کے تصرفات نہیں کرسکتے، ان کا کام صرف اتنا ہے کہ تھوڑے سے پانی میں نظروں سے پوشیدہ ہوکر زیادہ پانی ڈال دیتے ہیں، وہ اس قسم کے دوسرے تصرفات بھی کرسکتے ہیں ۔(دیکھئے:النبوات ص۲۰-۲۳)

☆ کرامات اولیاء الٰہی عطیہ ہیں، خوارق اور شیطانی احوال تعلیم وریاضت اور جن وشیاطین کے تقرب سے بھی وجود میں آتے ہیں۔(دیکھئے: تقدیس الأشخاص:۲۸۳/۲)

☆ جو لوگ حقیقت میں اللہ کے ولی ہوتے ہیں اور ان سے کرامات کا ظہور ہوتا ہے وہ اپنی کرامات کو چھپانے اور پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں، ان کی طرف زیادہ توجہ نہیں دیتے، انھیں اللہ کی نعمت تسلیم کرکے اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں، انھیں اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ کہیں اللہ انھیں ابتلا وآزمائش میں نہ ڈال دے اوران کے پایۂ ثبات میں لرزش نہ پیدا

ہوجائے، جن کا حال یہ ہوان کے سلسلے میں یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اپنی کرامات کے ساتھ مقابلے کے میدان میں آئیں، ایک سے بڑھ کر ایک کرامت دکھانے کی کوشش کریں، اپنی کرامات کو صحیح اور دوسرے کی کرامات کو غلط، لغو اور باطل قرار دیں۔ ان کے برعکس شیطانی کراماتیوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے شیطانی احوال کو خوب شہرت دینے کی کوشش کرتے ہیں، لوگوں کی بھیڑ اکٹھا کرتے اور ان کے سامنے اپنی کرامات بیان کرتے ہیں، ایک دوسرے کو چیلنج کرتے ہیں، اس طرح وہ دجل وفریب اور کذب ومکر میں اپنی خوب خوب مہارت کا مظاہرہ کرتے ہیں، ان کی باتوں میں یکسانیت نہیں ہوتی، کبھی کچھ کہتے اور کبھی کچھ۔ (دیکھئے: تقدیس الاشخاص: ۲۸۳/۳، والفتاوی: ۲۹۵/۱۱)

☆اولیاء کی کرامات کتاب وسنت اور نصوص شرعیہ سے ثابت شدہ حقیقت ہیں۔ صالحین واولیاء سے ان کا وقوع ثابت ہے، اس کے برعکس شیطانی احوال وخوارق ذکر واذکار اور تلاوت قرآن کریم سے زائل ہوجاتے ہیں۔ لہذا ایسی چیز جو قرآن کی برکت کے اثر سے زائل ہوجائے، اس کی بنیاد متزلزل ہوجائے اور وہ چیز جس کو قرآن کے ذریعہ تقویت ملتی ہو، اس کی تلاوت سے اس کے نور میں مزید اضافہ ہوتا ہو، کیا دونوں ایک ہوسکتے ہیں بلکہ دونوں میں بُعد المشرقین ہے، دونوں کبھی بھی ایک پلڑے میں نہیں رکھے جاسکتے۔ (دیکھئے: تقدیس الاشخاص، محمد احمد موج: ۲۸۵/۳)

الہام اور فراست مومن:

الہام اور فراست مومن کا تعلق بھی اولیاء کی کرامات سے ہے۔

الہام، لغت میں کسی چیز کو نگلوانے کو کہتے ہیں۔ لہذا الہام وہ ہے کہ کسی کے دل میں کوئی بات ڈالی جائے جس سے اس کا دل مطمئن ہوجائے اور وہ اسے قبول کرلے، اللہ تعالی کا قول بھی اس معنی میں وارد ہے، ارشاد ہے: ﴿فألهمها فجورها وتقواها﴾ (الشمس: ۸) پس اس کے دل میں برائی اور بھلائی کی سوجھ بوجھ ڈال دیا۔ (دیکھئے: معجم مقاییس اللغة لابن فارس: ۲۱۷/۵)

الہام کسی چیز کا دل میں ڈالنا ہے جس سے دل مطمئن ہوجائے، اللہ تعالی اپنے بعض مخلص بندوں کو اس کے لیے خاص کرتا ہے۔ (دیکھئے: المعجم الوسیط: ۸۴۲/۲)

ملہم اسے کہتے ہیں جسے الہام ہوا ہو جس کے دل میں بات ڈالی گئی ہو جس کی وجہ سے اکثر چیزوں میں اس کا گمان وقیاس درست ہو اس کی زبان کو فرشتے کی تائید حاصل ہو اور بلا قصد وارادہ اس کی زبان سے درست بات نکلے اور اس سے درست اور صحیح اعمال وافعال سرزد ہوں، اسی کو مکاشفہ بھی کہتے ہیں، صحیح اور درست مکاشفہ ایسے علوم ہیں جنھیں اللہ تعالی اپنے بندوں کے دل میں ڈالتا ہے انھیں ایسے امور کی جانکاری عطا فرماتا ہے جو عام دوسرے لوگوں پر مخفی ہوتے ہیں، کبھی تو ایسا پے در پے ہوتا رہتا ہے اور کبھی بندے کی غفلت کی وجہ سے اللہ تعالی انھیں روک لیتا ہے۔ (مدارج السالکین: ۲۳۳/۳)

الہام کی دلیل نبی کریم ﷺ کی یہ روایت ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لقد كان فيمن قبلكم ناس محدثون فإن يكن في أمتي أحد فعمر" (رواہ البخاری: ۳۶۸۹) تم سے پہلی امتوں میں الہام والے ہوتے تھے، اگر میری امت میں کوئی ہے تو وہ عمر ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالی الہام کے ذریعہ اپنے مومن بندوں پر ایسے علوم ومعارف کا دروازہ کھول دیتا ہے جو احکام کتاب وسنت کے موافق ہوا کرتے ہیں جیسے اچھے خواب کے ذریعہ اللہ تعالی حق کی

روشنی عطا فرماتا ہے اور کبھی ایسی باتوں کی اطلاع دیتا ہے جن کا ابھی وقوع نہیں ہوا ہے، اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "لم يبق من لانبوة إلا المبشرات قالوا وما المبشرات قال الرؤيا الصالحة" (رواہ الإمام البخاری: ۶۹۹۰) نبوت میں سے اب صرف بشارتیں باقی رہ گئی ہیں، لوگوں نے سوال کیا اے اللہ کے رسول! بشارتیں کیا ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اچھے خواب۔

الہام کی اہمیت اس قدر نہیں ہے کہ اس سے دین کے اندر کسی قسم کی کمی پوری کی جائے گی یا ان سے کوئی نیا حکم نافذ کیا جائے گا، جس طرح خواب کے ذریعہ کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا اسی طرح الہام کے ذریعہ بھی کوئی نیا حکم ثابت نہیں ہوسکتا، کسی نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا، آپ ﷺ نے اسے کسی بات کا حکم دیا تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس بات کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر پرکھے، کیونکہ جتنے بھی کشف وکرامات والے ہوں گے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں ہوسکتے۔ لہذا کشف والہام والوں کے لیے ضروری ہے کہ اتباع کتاب وسنت میں وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی راہ اپنائیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حال یہ تھا کہ وہ اپنے دل میں ڈالی گئی باتوں کو نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت پر مقدم نہیں کرتے تھے۔ (دیکھئے: الفتاوی للامام ابن تیمیہ: ۱۳/۴۷ والموافقات: ۲/۲۷)

الہام کی ایک مثال یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اکثر صحابہ کی مخالفت کے باوجود مرتد قبائل اور مانعین زکاۃ سے جنگ کرنے کے سلسلے میں اپنے موقف پر قائم رہے، آپ نے برملا اعلان کیا کہ اللہ کی قسم میں ان لوگوں سے ضرور جنگ کروں گا جو نماز وزکاۃ کے درمیان تفریق کریں گے، زکاۃ مال کا حق ہے قسم اللہ کی کوئی پہلے ایک بکری کا بچہ بھی دیتا تھا، اگر اسے روک لیا تو میں اس سے جنگ کروں گا۔ (رواہ الامام البخاری: ۶۹۵۲)

جب آپ نے لوگوں کے سامنے حق کی وضاحت کی تو اس کو تسلیم کرنے کے لیے اللہ تعالی نے لوگوں کے سینے کھول دیئے۔ الہام ہی کے ذریعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت پر متمکن ہوتے ہی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی لشکر کی روانگی پر توجہ دی اور صحابہ کی مخالفت کے باوجود اپنے موقف سے نہیں ہٹے۔ اس لشکر کو اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی زندگی میں موت سے چند روز قبل تیار کرایا تھا، آپ کی موت کی خبر پاکر یہ لشکر روانہ نہ ہوسکا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، تین چیزوں میں میرے رب نے میری موافقت کی، میں نے کہا کہ اللہ کے رسول! اگر آپ مقام ابراہیم کو مصلی بنالیں تو بہتر ہوتا، میری تصدیق میں اللہ تعالی ﴿واتخذوا من مقام إبراهيم مصلى﴾ (البقرة: ۱۲۵) اتاردی، میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ کے پاس نیک وصالح اور فاسق وفاجر ہر قسم کے لوگ آتے ہیں، اگر آپ امہات المؤمنین کو پردہ کا حکم دے دیتے تو کیا ہی بہتر ہوتا، اس پر بھی اللہ تعالی نے آیت حجاب نازل فرمادی، میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ کی بعض بیویاں آپ کو ملامت کرتی ہیں، چنانچہ میں ان کے پاس گیا اور ان سے کہا: تم اپنی ان حرکتوں سے باز آجاؤ ورنہ اللہ تعالی اپنے رسول کو تم سے بہتر بیویاں عطا فرمائے گا، آپ بیان فرماتے ہیں کہ میں آپ کی ایک بیوی کے پاس آیا وہ کہنے لگی اے عمر! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم ہمیں نصیحت کرنے چلے ہو، کیا اللہ کے رسول ہمیں نصیحت نہیں کرسکتے، یہ کہنا تھا کہ اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿عسى ربه إن طلقكن أن يبدله أزواجا خيرا منكن مسلمات مؤمنات﴾ (التحریم:۵)اگر پیغمبرتم کوطلاق دے دیں تو تمہارے بدلہ میں اللہ بہت جلد انھیں ایسی بیویاں عطا فرمائے گا جوتم سے بہتر ہوں گی ،فرماں بردار وایمان دار ہوں گی۔(رواہ الامام البخاری:۴۴۸۳)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر کے قیدیوں کے سلسلے میں ان کے قتل کا موقف اختیار کیا تھا یہ بھی اللہ کی جانب سے الہام شدہ بات تھی ، بعد میں اللہ تعالی نے اسی موقف کی تائید کی۔

فراست:

لغوی اعتبار سے فراست کے دو معنی ہیں، پہلا معنی: دوراندیش نگاہوں کے ذریعہ امور ومعاملات کی معرفت اوران کے اندر تجربہ کاری،دوسرا معنی: ظاہری امور پرغور وخوض کے ذریعہ باطنی امور کوسمجھنے کی مہارت۔(دیکھئے:المعجم الوسیط مادہ فرس:۶۸۱/۲)

اصطلاحی تعریف:

اصطلاح میں فراست اس نور کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالی اپنے مومن اور متبع سنت بندے کے دل میں ڈالتا ہے، جس کے ذریعہ بندہ ظاہری حالات کو دیکھ کر بعض ایسے امور کا پتہ لگالیتا ہے جو دوسرے سے مخفی ہوتے ہیں اور وہ شرعی حدود کے اندر رہ کر درست رائے قائم کرتا ہے۔زیرنظر فراست سے فراست ایمانی مراد ہے جو ریاضت ومجاہدہ کے بغیر حاصل ہوتی ہے اور یہ طبعی فراست بھی نہیں ہوتی بلکہ ایمانی قوت کے بمقدار بندے کے اندر پیدا ہوتی ہے جس کا ایمان جس قدر مضبوط ہوگا اس کی فراست اسی قدر تیز ہوگی۔(دیکھئے: مدارج السالکین للامام ابن قیم:۵۰۴/۲)

جوشخص پاک وصاف دل کی زرخیز زمین میں ایمان ویقین کا پودا لگاتا ہے پھر اخلاص اور صدق وصفا اور اتباع سنت کے چشمۂ صافی سے اسے سیراب کرتا ہے۔فراست اسی بارآور شجرہ ایمان کا معمولی پھل ہے۔(دیکھئے: مدارج السالکین:۵۱۵/۲)

بندے کو اپنے رب سے قریب ہوجانے کے بعد ہی فراست کی دولت ہاتھ آتی ہے، جب دل اللہ کی طرف مائل ہوتا ہے تو برائی کی ساری عوارض جو معرفت حق کے اندر خلل انداز ہونے والے ہوتے ہیں ختم ہوجاتے ہیں اور بندہ جس قدر اپنے رب سے قریب ہوتا ہے اسی قدر اللہ سے قریب ترین روشن دان سے روشنی حاصل کرتا ہے، اپنے دل کو منور پاتا ہے اور اسی روشنی کی مدد سے ان چیزوں کو بھی دیکھ لیتا ہے جن کو اللہ سے دور رہنے والے لوگ نہیں دیکھ سکتے ،حدیث اولیاء کے اندر یہ بات ثابت ہے کہ یہ علم غیب نہیں ہے بلکہ وہ ذات جو علام الغیوب ہے، پوشیدہ امور کو جاننے والا ہے، اپنے نیک وصالح اور مقرب بندوں کے دلوں میں حق کا نور ڈال دیتا ہے۔(دیکھئے: الروح للامام ابن قیم رحمہ اللہ ص:۵۳۲)

فراست مومن کے فوائد یہ ہیں کہ بندہ اللہ کی طرف سے عطا کردہ فراست اور نور ایمانی کے ذریعہ نصیحت آموز باتوں اور عبرت آموز واقعات سے اچھے نتائج اخذ کرتا ہے، اور اپنی منزل کا صحیح سمت متعین کرتا ہے، اللہ تعالی قوم لوط کی ہلاکت وتباہی وبربادی کا قصہ بیان کرنے کے بعد ارشاد فرماتا ہے: ﴿إن في ذلك لآيات للمتوسمين﴾ (الحجر:۷۵) بلاشبہ بصیرت والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔

خاص طور سے قاضیوں اور حاکموں کے اندر جب مؤمنانہ فراست اور ایمانی بصیرت پیدا ہوجاتی ہے تو وہ بہت ہی

دور اندیش وباریک بینی کے ساتھ لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرتے اوران کے مسائل حل کرتے ہیں، شہری حقوق کی رعایت میں وہ اپنی فراست سے فائدہ اٹھاتے ہیں اوران کی ذات سے امت کو وہ عمومی فائدہ پہنچتا ہے جس کے لیے شریعت اتاری گئی ہے، ایک مومن حکمراں اپنی مومنانہ فراست سے امت کے مفاد کے لیے کام کرنے والے باصلاحیت، باحوصلہ اور باکردار افراد کا انتخاب کرسکتا ہے اوران کے حسب صلاحیت انھیں مناسب ذمہ داریاں دے سکتا ہے۔

مومن بندہ اپنی مومنانہ فراست سے ایسے واقعات کا قبل از وقوع اندازہ کرسکتا ہے جوامت کے لیے نقصان دہ ہوسکتے ہیں، تاکہ ان سے بچاؤ کے لیے احتیاطی تدبیر اختیار کرسکے، یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فراست ہی تھی کہ آپ کے پاس قبیلہ مذحج کی ایک جماعت آئی، اس میں اشتر نخعی بھی تھا، آپ نے اس کے سراپا پر نگاہ ڈالی اوراس کے سلسلے میں اپنی رائے کی تصدیق کرلی، پھر آپ نے فرمایا: ”یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے بتایا مالک بن حارث (یعنی مالک بن حارث کے قبیلے میں سے) آپ نے فرمایا اسے کیا سوجھی ہے، اللہ تعالی اسے ہلاک کرے میں تو اس کی جانب سے مسلمانوں کے لیے انتہائی گرم دن دیکھ رہا ہوں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس صحابہ کرام میں سے ایک آدمی آیا، اس نے راستے میں ایک حسین عورت پر گہری نگاہ ڈالی تھی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی مومنانہ فراست سے اندازہ لگا کر کہا کہ ابھی تم میں سے میرے پاس ایک آدمی آنے والا ہے، اس کی آنکھ سے زنا کا اثر ظاہر ہو رہا ہوگا۔ اس واقعہ کے راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ کیا اللہ کے رسول کے بعد وحی ہے؟ جس کے ذریعہ آپ یہ خبر دے رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ بصیرت، دلیل اور مومن کی سچی فراست ہے۔ (دیکھئے: الروح للامام ابن قیم ص:۵۳۲-۵۳۷)

واضح ہو کہ یہ وہی فراست ہے جس کو قرآن کے اندر اللہ تعالی نے لفظ توسم کے ذریعہ ذکر فرمایا ہے: ﴿إن في ذلك لآيات للمتوسمين﴾ (سورۃ الحجر: ۷۵)، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت اس طرح ہے: "إن لله عبادا يعرفون الناس بالتوسم" (رواہ الطبرانی فی الأوسط: ۴۶/۳، وحسنہ الألبانی فی السلسلۃ الصحیحۃ: ۱۶۹۳) اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو بصیرت اور غور وفکر سے لوگوں کو پہچان لیتے ہیں۔ اس سلسلے میں درج ذیل روایت بھی کافی مشہور ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اتقوا فراسة المؤمن فإنه ينظر بنور الله" (رواہ الترمذی: ۳۱۲۷) مومن کی فراست سے بچو وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے، یعنی اللہ تعالی اس کو ایسی طاقت اور روشنی عطا فرماتا ہے جو غیر مومن کے لیے ممکن نہیں ہے۔ اگرچہ یہ روایت ضعیف ہے، لیکن مذکورہ آیت کریمہ اور مختلف روایات سے اس کی معنوی متابعت ہوجاتی ہے۔ اس لیے بہت سارے علماء نے اسے حسن لغیرہ قرار دیا ہے۔

کرامات اولیاء کے سلسلے میں اہل سنت وجماعت کا موقف:

جہاں معتزلہ اور فلاسفہ نے کرامات اولیاء کا انکار کیا وہیں اہل تصوف اور رافضہ نے کرامات کے باب میں غلو سے کام لیا، اہل سنت وجماعت نے دونوں موقف سے ہٹ کر اعتدال اور توسط کی راہ اپنائی اور کرامات اولیاء کو ثابت کیا، ان کی تصدیق کی اور شرعی گنجائش کی حد تک ان پر یقین کیا۔

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اولیاء اوران کی کرامات اوران کے سلسلے میں صحیح طور پر جو کچھ ثابت ہے ہم ان پر یقین رکھتے ہیں“۔ (دیکھئے شرح العقیدۃ الطحاویۃ: ۵۰۴/۲)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''اہل سنت و جماعت کے اصول میں سے یہ بھی ہے کہ وہ کرامات اولیاء، اولیاء کی جانب سے صادر خوارق عادات امور اوران کے علوم ومکاشفات کی تصدیق کرتے ہیں جیسا کہ سابقہ امتوں کی بعض کرامات ثابت ہیں جیسے اصحاب کہف کا واقعہ، اسی طرح صحابہ وتابعین سے بھی بعض خوارق ثابت ہیں اور یہ چیزیں اس امت میں قیامت تک جاری رہے گی۔ (دیکھئے: فتاوی الإمام ابن تیمیہ: ۱۵۶/۳)

کرامات اولیاء اوران کے خارق عادت امور پر بہت ساری دلیلیں ہیں، جیسا کہ اللہ تعالی نے حضرت مریم علیہا السلام کو بے موسم پھل عطافرمایا، حضرت سارہ کو اللہ تعالی نے سن یأس میں حضرت اسحاق علیہ السلام کی شکل میں لڑکا عطافرمایا اور وہ جن جس کو اللہ تعالی نے کتاب کا علم عطافرمایا تھا پلک جھپکتے ہی بلقیس کا تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس لاکر حاضر کردیا، تین آدمی غار میں پھنس گئے، اللہ تعالی نے ان کی دعاؤں اوران کے اعمال صالحہ کی بدولت غار کے منہ سے پتھر ہٹایا وغیرہ۔ امت محمدیہ میں بھی بہت ساری کرامات اور خوارق عادات امور کا وجود ہے، مثلاً حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دشمن کے سامنے زہر پی لیا، اللہ تعالی نے زہر کے اثر کو ختم کر کے دشمن کو حیرت میں ڈال دیا۔ اکابر علماء اور ائمہ کی حیرت انگیز علمی خدمات اور مصائب اور ابتلا وآزمائش کے وقت ان کا کوہ گراں بن جانا اور ثابت قدمی کے بے مثال مظاہرے بھی کرامات اولیاء ہی کے قبیل سے ہیں۔

کرامات قبول کرنے کے چند ضوابط:

قبولیت کرامات کے چند اصول وضوابط ہیں، کرامات اولیاء کو صحیح قرار دینے اور انھیں قبول کرنے کے لیے درج ذیل اصول وضوابط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

☆ کرامات جن اولیاء کرام سے ظاہر ہوں ان کا مومن ومتقی ہونا ضروری ہے، غیر مومن ومتقی کی کرامات چاہے جتنے بھی حیرت انگیز ہوں ان کو شیطانی احوال سمجھ کر چھوڑ دیا جائے گا۔

☆ صاحب کرامات کے اعمال وافعال اور اقوال کو کتاب وسنت پر پیش کرنے کے بعد ہی ان کی کرامات کو قبول کیا جائے گا، اگران سے کتاب وسنت کی موافقت ہوتی ہو تو انھیں صحیح قرار دیا جائے گا، ورنہ یہ سمجھا جائے گا کہ صاحب کرامت شیطان کے مکر وفریب کا شکار ہو چکا ہے اور شیطان اس کے اوپر حق وباطل کو خلط ملط کر کے پیش کر رہا ہے۔ (دیکھئے: قطر الولی للامام الشوکانی ص۲۷۲)

☆ صاحب کرامت ولی اپنی ولایت وکرامت کا ڈھنڈورا نہ پیٹتا پھرے، سچے ولی کو اس بات کا خدشہ ہوتا ہے کہ اس کے اعمال مقبول ہیں یا نہیں؟ لہذا وہ کبھی بھی اپنی ولایت کا دعویدار نہیں ہوگا اور کرامات کے اظہار میں پیش پیش نظر نہیں آئے گا۔

☆ حصول کرامات ہی ولایت کا مقصد نہ ہو اور اس کے لیے کوشش نہ کی گئی ہو، اس لیے کہ ظہور کرامات کے لیے کوشش کرنا طریقۂ سلف کے خلاف ہے۔

☆ کرامات ایسی نہ ہو کہ ان کی آڑ میں فرائض وواجبات چھوڑ دیئے جائیں اور منہیات ومحرمات کا ارتکاب کیا جائے اور صاحب کرامت ایسی عبادات وریاضات پر مواظبت نہ برتے جو نصوص شرعیہ سے ثابت نہ ہوں اور جو شرعی مزاج کے خلاف ہوں۔

☆ کرامات ایسی چیزوں پر مشتمل نہ ہوں کہ جن کا وقوع شریعت اسلامیہ میں محال ہو جیسے نبی کریم ﷺ کو بیداری کی

حالت میں دیکھنا یا کسی نبی، فرشتہ یا صالح شخص کو دیکھنا جو یہ کہہ رہا ہو کہ جاؤ میں نے تمہارے لیے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیا اور تم شرعی تکالیف سے آزاد ہو گئے، بیان کیا جاتا ہے کہ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کو سخت پیاس لگی، اچانک بادل نمودار ہوا اور بارش کے پھوارے گرنے شروع ہو گئے، انہوں نے اپنی پیاس بجھائی پھر بادل سے آواز آئی اے عبدالقادر میں تمہارا رب ہوں، میں نے تمہارے لیے حرام چیزیں حلال کر دیں، آپ نے کہا اے مردود شیطان لعین دور ہو جا، بادل چھٹ گیا پھر آواز آئی تم نے کیسے جانا کہ میں ابلیس ہوں، آپ نے فرمایا میں نے تمہارے اس قول سے پہچان لیا کہ تم ابلیس ہو، تم نے کہا میں نے تمہارے لیے حرام کو حلال کر دیا۔ اگر آپ نے اس معاملہ میں شریعت اسلامیہ کو حکم اور فیصل نہ مانا ہوتا تو آپ دھوکا کھا چکے تھے۔(دیکھئے: الموافقات للامام الشاطبی: ۲/۲۷۵)

☆ کرامات معصیت خالق پر مشتمل نہ ہوں بلکہ اس سے دین اسلام کی حقانیت اور صداقت ظاہر ہو اور اطاعت کے کاموں میں مدد ملے۔

☆ کرامات ایسی نہ ہوں کہ وہ جب چاہیں انھیں ظاہر کر دیں اور لوگوں کے دلوں پر اپنی ولایت کا سکہ جمالیں بلکہ کرامت یہ ایسی چیز ہے کہ اللہ اسے اپنی مشیئت و مرضی سے کسی ولی کے ذریعہ ظاہر فرماتا ہے۔ ولی اس کا اختیار نہیں رکھتا۔

کرامات کے چند فوائد:

علماء اور ائمہ کرام نے کرامات اولیاء کے چند فوائد ذکر فرمائے ہیں:

☆ کرامات اولیاء اللہ کی قدرت کاملہ، مشیئت تامہ اور کمال بے نیازی کے مظہر ہیں، ان کے ظہور سے انسان اللہ کی بے انتہا طاقت وقدرت کا اندازہ لگا سکتا ہے۔

☆ یہ دنیا میں اللہ کے نیک بندوں اور اولیاء کے لیے وہ بشارتیں ہیں جن کا تذکرہ اللہ تعالی نے آیت اولیاء کے اندر فرمایا ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿لهم البشرى في الحياة الدنيا﴾ (یونس:۶۴)

☆ کرامات اولیاء دشمنان اسلام پر حجت اور دلیل ہیں، جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اللہ پر کامل بھروسہ کرتے ہوئے دشمن کے سامنے زہر کا پیالہ اپنے منہ سے لگا لیا، اللہ تعالی نے زہر کے اثر کو زائل کر دیا اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ زندہ وسلامت رہے، اس پر دشمن کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔

☆ کرامات کے ذریعہ اللہ تعالی اپنے مومن ومتقی صالح اور نیک بندے کی عزت افزائی کرتا ہے، ان کی قوت ایمانی کو ظاہر فرما کر ان کا مقام بلند فرماتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے حضرت مریم علیہا السلام کو بے موسم پھل کا رزق عطا فرما کر ان کی شان میں اضافہ فرمایا۔(دیکھئے: الرسل والرسالات للاشقر: ۲/۱۵۵)

اولیاء اور ان کی کرامات کے سلسلے میں یہ چند معلومات مختلف حوالوں کی روشنی میں میں نے اکٹھا کرنے کی کوشش کی تھی، جنھیں میں نے اس امید کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کر دیا کہ اللہ ہمیں ان کے ذریعہ حق کی معرفت عطا فرمائے گا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی ہمیں حق کو سمجھنے، اسے قبول کرنے اور اس پر جمے رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين. ☆☆☆

مزاح کی مشروعیت وحکمت اوراس کے آداب

ابوصالح دل محمد نور حسین سلفی

یوں تو دنیا میں بہت سے ادیان ومذاہب پائے جاتے ہیں،لیکن وسعت نظری،فکری بالیدگی، جامعیت وافادیت اور اعتدال پسندی کے اعتبار سے اسلام سے اچھا کوئی مذہب نہیں ہے۔

دین اسلام کی ایک بہت بڑی خوبی وخصوصیت یہ ہے کہ اس کے تمام عقائد واحکام،قوانین وضوابط،افکار ونظریات اور ہدایات وتنبیہات انسانی فطرت سے ہم آہنگ اور عین مطابق ہے۔دین اسلام کا کوئی بھی مسئلہ خواہ عقائد سے متعلق ہو یا احکام سے ایسا نہیں ہے جو بنی نوع انسان کے فطری تقاضا کے موافق نہ ہو بلکہ مذہب اسلام کے تمام مسائل میں انسانی فطرت کا بھرپور خیال کیا گیا ہے۔یہ وہ حقیقت ہے جس کا دین اسلام کو گیرائی وگہرائی اور ژرف نگاہی سے مطالعہ کرنے والے انصاف پسند جملہ مفکرین ودانشوران خواہ ان کا تعلق مذہب اسلام سے ہو یا دوسرے مذہب سے ہر زمانہ میں قائل رہے ہیں۔

فطری طور پر انسان مدنی الطبع ہوتا ہے،ظرافت وخوش طبعی اور مذاق ودل لگی قدرتی طور پر اس کی فطرت میں داخل ہے۔یہی وجہ ہے کہ ساتھیوں اور ہم مزاج افراد سے میل جول اختیار کرنا،ان سے خندہ پیشانی سے ملاقات کرنا، باہم ہنسی ومذاق اور دل لگی کرنا ہر انسان پسند کرتا ہے۔بنی نوع انسان کے اسی فطری تقاضا کی بنیاد پر دین اسلام نے ظرافت وخوش طبعی اور مذاق ودل لگی کو مشروع ومباح قرار دیا ہے۔اور چونکہ رہبانیت وترک دنیا اور عزلت نشینی ومعاشرہ سے علیحدگی ذہنی ودماغی اور جسمانی صحت وتندرستی کے اعتبار سے نقصان دہ ہے،اس لیے اس سے منع کرتے ہوئے شریعت مطہرہ نے یہ تعلیم دی ہے کہ ہر بندۂ مسلم کو چاہیے کہ وجوبی طور پر اپنے آپ کو سماج ومعاشرہ سے وابستہ رکھے،حالات وظروف کے مطابق گاہے بگاہے لوگوں سے میل جول اختیار کر،علیک سلیک کرے، باہم خیر خیریت دریافت کرے،ظرافت وخوش طبعی اور مذاق ودل لگی بھی کرے،چنانچہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں حضرت حنظلہ رسیدی رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک واقعہ یوں بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی،انھوں نے میرا حال دریافت کیا اور کہا:''حنظلہ کیسے ہو؟''میں نے جواب دیا:''حنظلہ تو منافق (بے دین) ہوگیا ہے''،انہوں نے تعجب سے کہا:''سبحان اللہ،تم کیا کہہ رہے ہو؟ (خیریت تو ہے؟) میں نے کہا:جب ہم اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں موجود ہوتے ہیں تو (ہماری ایمانی کیفیت اتنی مضبوط ہوتی ہے کہ) آپ ﷺ جنت وجہنم کی یاد دلاتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ ہم جنت وجہنم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں،لیکن جوں ہی نبی ﷺ کی مجلس سے نکل جاتے ہیں تو بیوی بچوں اور کاروبار میں مصروف ہوجاتے ہیں کہ (جنت وجہنم اور آخرت کو) کافی حد تک بھول جاتے ہیں۔ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:''اللہ کی قسم میرا بھی یہی حال ہے۔پھر میں اور ابوبکر ہم دونوں اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میں نے عرض کیا:''اے اللہ کے رسول ﷺ!حنظلہ تو منافق ہوگیا ہے۔آپ

ﷺ نے فرمایا: کیا مطلب؟ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! جب ہم آپ کی خدمت میں آپ کے پاس موجود ہوتے ہیں، آپ ہمیں جنت اور جہنم کی یاد دلاتے ہیں تو (ہماری ایمانی کیفیت ایسی ہوتی ہے) گویا کہ جنت وجہنم ہماری دونوں آنکھوں کے سامنے ہیں، پھر جب ہم آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں اور بیوی بچوں (کے ساتھ ہنسی مذاق) اور کاروبار میں مشغول ہوجاتے ہیں تو (ہماری ایمانی کیفیت اتنی کمزور ہوجاتی ہے) کہ (آخرت کی) بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "والذي نفسي بيده إن لو تدومون على ما تكونون عندي وفي الذكر لصافحتكم الملائكة على فرشكم وفي طرقكم ولكن يا حنظلة! ساعة ساعة" قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم لوگ سدا اسی حال میں رہو جس حال میں میرے پاس رہتے ہو اور ہمیشہ اللہ کی یاد ہی میں مشغول رہو تو فرشتے تمہارے بستروں پر اور تمہاری راہ پر تم سے مصافحہ کرنے لگیں گے، لیکن اے حنظلہ (یاد رکھنا) ایک وقت (دنیا کے کاروبار، اہل وعیال اور لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے اور ہنسی مذاق کرنے وغیرہ ضروریات زندگی کے لیے) ہے اور ایک وقت ذکر الٰہی کے لیے ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب فضل دوام الذکر وجواز ترک ذلک)

سیرت طیبہ کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ آپ ﷺ حقوق اللہ کی ادائیگی پر ہی اکتفاء نہیں فرمایا کرتے تھے بلکہ حقوق العباد پر بھی پوری توجہ فرمایا کرتے تھے۔ سماج ومعاشرہ سے قریب رہنا، لوگوں سے ملاقات کرنا، حالات دریافت کرنا، ہنسی ومذاق اور دل لگی کرنا آپ ﷺ کے معمولات مبارکہ اور خصائل حمیدہ میں سے تھا۔ اہل خانہ ہوں یا غیر، بڑے ہوں یا چھوٹے، مرد ہوں یا خواتین ہر ایک سے حسب موقع مہذب انداز میں آپ ﷺ ظرافت وخوش طبعی اور مذاق ودل لگی کرتے تھے اور خود خوش وخرم رہتے تھے اور دوسروں کو بھی خوش وخرم رکھتے تھے، ذیل میں آپ ﷺ کی ہنسی مذاق سے متعلق چند روایات ہدیۂ قارئین کی جارہی ہیں۔

(۱) ایک دفعہ کسی غزوہ سے فارغ ہوکر آپ ﷺ اپنے گھر تشریف فرما تھے، گھر میں ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی موجود تھیں، جنھوں نے اپنے طاقچہ پر ایک پردہ لٹکا رکھا تھا، اسی دوران ایک زوردار ہوا چلی، جس سے طاقچہ کا پردہ ہٹ گیا اور اس پر رکھی ہوئی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گڑیوں پر نبی ﷺ کی نظر پڑ گئی، گڑیوں کو دیکھ کر آپ ﷺ نے عائشہ سے (مسکراتے ہوئے) پوچھا:

"ما هذه عائشة؟" عائشہ! یہ سب کیا ہیں؟

حضرت عائشہ نے جواب دیا: "بناتي" یہ میری گڑیاں ہیں (جن سے میں کھیلتی ہوں)۔

ان گڑیوں میں ایک گھوڑا بھی تھا جس کے اوپر کپڑے کے بنے ہوئے دو پر لگے ہوئے تھے، جب اس پر آپ ﷺ کی نظر پڑی تو آپ ﷺ نے (مذاق کرتے ہوئے) عائشہ صدیقہ سے دریافت کیا:

"ما هذا الذي أرى وسطهن؟" گڑیوں کے درمیان یہ (عجیب چیز) کیا دیکھ رہا ہوں؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: "فرس" یہ گھوڑا ہے۔

نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے پوچھا: "وما هذا الذي عليه؟" گھوڑے کے اوپر یہ کون سی چیز ہے؟

عائشہ صدیقہ نے جواب دیا: "جناحان" (گھوڑے کے اوپر) دو پر لگے ہوئے ہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے (مذاق کرتے ہوئے) فرمایا: "فرس له جناحان"؟ (ارے پگلی) کہیں گھوڑے کے بھی دو پر ہوتے ہیں؟

عائشہ صدیقہ نے برجستہ کہا: "أما سمعت أن لسليمان خيلا لها أجنحة؟" کیا آپ نے سنا نہیں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک گھوڑا تھا جس کے (ایک نہیں بلکہ) کئی ایک پر تھے؟

عائشہ صدیقہ بیان فرماتی ہیں نبی علیہ السلام میرا جواب سن کر ہنس پڑے، یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں نظر آنے لگیں۔ (رواہ ابوداود عن عائشۃ، وصححہ الالبانی)

(۲) ایک بوڑھی خدمت رسول میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگی: "يا رسول اله ﷺ! ادع الله لي أن يدخلني الجنة" اے اللہ کے رسول! اللہ تعالی سے میرے لیے دعا فرمادیجئے کہ اللہ تعالی مجھے جنت میں داخل فرمادے۔

نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے مذاق کرتے ہوئے بوڑھیا سے فرمایا: "يا أم فلان ! إن الجنة لا تدخلها عجوز" اے ام فلاں! بوڑھی عورت جنت میں نہیں جائے گی۔

راویٔ حدیث نے کہا: "فولت المرأة تبكي" نبی ﷺ کا جواب سن کر بوڑھی عورت روتی ہوئی واپس چلی گئی۔

حاضرین سے نبی ﷺ نے فرمایا: "أخبروها أنها لا تدخلها وهي عجوز، إن الله يقول: ﴿إنا أنشأناهن إنشاء، فجعلناهن أبكارا، عربا أترابا﴾ جاکر اس بوڑھیا کو بتادو کہ وہ بڑھاپے کی حالت میں جنت نہیں جائے گی (بلکہ جنت میں جوان ہوکر داخل ہوگی) اس لیے کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ''ہم نے جنتیوں کی بیویوں کو خصوصی طور پر پیدا کیا ہے، ہم نے انھیں کنواریاں بنادیا ہے جو محبت کرنے والیاں اور ہم عمر ہیں''۔ (رواہ الترمذی فی الشمائل النبویۃ (۲۴۰) وحسنہ الالبانی فی غایۃ المرام رقم: ۳۷۵)

خادم رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ دنیا کے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ حسن اخلاق والے تھے، میرا ایک چھوٹا بھائی ابوعمیر نام کا تھا (جو سرخ چونچ والے ایک چھوٹے سے پرندہ کے ساتھ کھیلا کرتا تھا) محسن انسانیت جناب محمد رسول اللہ ﷺ جب بھی میرے گھر تشریف لاتے میرے چھوٹے بھائی سے مذاق ودل لگی فرماتے اور کہتے: "يا أبا عمير ! ما فعل النغير؟" ابوعمیر! نغیر نے کیا کیا؟ (بخاری ومسلم)

نبی ﷺ کے مزاح ومذاق اور ظرافت طبعی ودل لگی سے متعلق مذکورہ احادیث سے یہ بات واضح طور پر ثابت ہوگئی کہ مزاح ومذاق کرنا تقوی وطہارت اور شرافت کے خلاف نہیں ہے جیسا کہ دقیانوسی ذہنیت کے حامل بعض کوتاہ بیں حضرات باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ یہ تقوی وطہارت اور شرافت کے اعلی مقام پر فائز نبی ﷺ کی سیرت طیبہ میں شامل ہے۔ معلوم ہوا کہ مزاح ومذاق اور ظرافت ودل لگی کرنا بندۂ مسلم کے لیے نہ صرف یہ کہ مشروع ومباح ہے بلکہ بسا اوقات ممدوح

ومطلوب عمل ہوتا ہے۔ لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ ہمیشہ چیں بہ جبیں نہ رہیں، ہر وقت اپنے چہرے کو عبوسا قمطریرا بنا کر نہ رکھیں، ہمیشہ تیوری چڑھا کر نہ رہیں، خود کو معاشرہ سے الگ تھلگ نہ رکھیں بلکہ لوگوں سے میل جول رکھیں، ہنسنے کے موقع پر ہنسیں، مسکرانے کی جگہ پر مسکرائیں اور مذاق کے موقع پر مذاق بھی کریں، یہ عین تقوی اور شرافت کا تقاضا ہے۔ البتہ مزاح ومذاق کرنے کے درج ذیل اسلامی آداب اور حدود وقیود ہیں جنہیں ملحوظ رکھنا بندۂ مسلم کے لیے ضروری ہے:

(۱) مزاح ومذاق اور ظرافت ودل لگی میں کذب بیانی سے مکمل طور پر احتراز کیا جائے اور مذاق صاف ستھرا اور مبنی بر صداقت ہو کیوں کہ مذاق میں لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولنا ہلاکت خیز جرم اور بہت بڑا گناہ ہے، نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: "ويل للذي يحدث فيكذب ليضحك به القوم، ويل له، ويل له" اس آدمی کے لیے ہلاکت و بربادی ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے (مزاح ومذاق کرنے میں) جھوٹ بولتا ہے، اس کے لیے ہلاکت ہے، اس کے لیے بربادی ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، احمد)

یہی وجہ ہے کہ پیارے حبیب جناب محمد رسول اللہ ﷺ مزاح ومذاق میں جھوٹ بولنے سے کلی طور پر احتراز فرمایا کرتے تھے، چنانچہ سنن ترمذی حدیث نمبر ۹۹۰ میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے عرض کیا: "يا رسول الله ﷺ! إنك تداعبنا؟" آپ بھی ہم سے مذاق ودل لگی کرتے ہیں؟ نبی ﷺ نے جواب دیا: "إني لا أقول إلا حقا" (میں تم لوگوں سے حسب موقع مذاق ودل لگی کرتا ہوں، لیکن یاد رکھنا میں مذاق میں بھی) حق اور سچی بات ہی کہتا ہوں۔ (کذب بیان سے کام نہیں لیتا ہوں)

(۲) مزاح ومذاق اور دل لگی کرنے میں کسی کی تنقیص، تحقیر اور بے عزتی کرنا مقصود نہ ہو کیوں کہ یہ شریعت اسلامیہ میں جائز نہیں ہے، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿يا أيها الذين آمنوا لا يسخر قوم من قوم عسى أن يكونوا خيرا منهم ولا نساء من نساء عسى أن يكن خيرا منهن﴾ اے مومنو! کوئی قوم دوسری قوم کا استہزاء و مسخرا پن نہ کرے، ممکن ہے کہ یہ اس سے بہتر ہو۔ اور نہ ہی عورتیں عورتوں کا استہزاء و مسخرا پن کریں، ممکن ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں۔ (الحجرات:۱۱)، جھٹلانا اور لوگوں کو حقیر جاننا کبر وغرور ہے (جو کہ اللہ کو حد درجہ ناپسند ہے)۔ (صحیح مسلم وسنن ابوداود) اور ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: "بحسب امريء من الشر أن يحقر أخاه المسلم" کسی آدمی کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ (صحیح مسلم)

(۳) مزاح ومذاق کے ذریعہ ہنسنے ہنسانے میں افراط نہ ہو بلکہ اعتدال رہے کیوں کہ ہنسنے اور ہنسانے میں حد سے تجاوز کرنے اور بہت زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے اور ذکر الٰہی سے بے اعتنائی اور آخرت سے بے خوفی پیدا ہوتی ہے، نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: "لا تكثروا الضحك فإن كثرة الضحك تميت القلب" تم لوگ بہت زیادہ مت ہنسو، کیوں کہ زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔ (صحیح ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب الحزن والبکاء:۴۱۹۳)

☆☆☆

اب انھیں ڈھونڈھ چراغ رخ زیبا لے کر

یاسر اسعد بن اسعد اعظمی
فضیلت سال دوم، جامعہ سلفیہ، بنارس

اخلاق وکردار کسی بھی انسانی شخصیت کا سب سے خاص پہلو ہوتا ہے، جس کی بدولت وہ شخصیت لوگوں کے درمیان ایسی مقبولیت پاتی ہے جو محض علم وعمل کے ذریعہ ممکن نہیں۔ البتہ اگر اس اعلی اخلاق وکردار کے ساتھ ساتھ علم وعمل بھی موجود ہو تو پھر یہ انسانیت کی معراج ہے جو بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔

جامعہ سلفیہ بنارس کے سابق شیخ الجامعہ جناب ڈاکٹر رضاء اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ (۱۹۵۲-۲۰۰۳ء) ان معدودے چند ہستیوں میں سے ہیں جن کی علم وفضل میں برتری کے ساتھ ساتھ ان کے تواضع، خوش اخلاقی، خوش گفتاری اور پاکیزہ سیرت کی ایک دنیا قائل ہے۔ خاندانی شرافت، اعلی علمی ڈگری، صاحب منصب شخصیت اور دعوتی میدان میں ممتاز کارکردگی، ان تمام صفات سے متصف ہونے کے باوجود انسان کا متواضع رہنا اور اپنے آپ کو سنبھالے رہنا ایک دشوار امر ہے، مگر آپ نے جس طرح یہ مراحل طے کیے اور وقار وتواضع کو باقی رکھا وہ دوسروں کے لیے سبق آموز اور لائق تقلید ہے۔ "من تواضع لله رفعه الله" کے مصداق اللہ نے آپ کو وہ عظیم مرتبہ عطا کیا جو ہر کسی کے نصیب میں نہیں ہوتا۔

سطور ذیل میں ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمۃ کی حیات طیبہ کے اس اہم گوشے کو کچھ واقعات کے ذریعہ اجاگر کرنے کی کوشش کی جارہی ہے:

(ا) ڈاکٹر عین الحق قاسمی: ڈاکٹر صاحب کی وفات پر شائع ہونے والے محدث کے خصوصی شمارے میں رقم طراز ہیں:

"راقم الحروف نے مولانا مرحوم کو ہمیشہ اس طرح دیکھا تھا جس طرح ایک طالب علم اپنے استاد ذی وقار کو دیکھتا ہے، یا جیسے ایک بچہ بلند وبالا پہاڑ کو دیکھتا ہے اور سر بلندی کا حوصلہ پاتا ہے، مگر ان کا حال یہ تھا کہ وہ جب بھی ملتے تو کسی شجر ثمردار کی طرح جھکے ہوئے ملتے، انھوں نے مجھے کبھی یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ وہ اپنے آپ کو کوئی بڑا عالم سمجھتے ہیں، نہ انھوں نے کبھی میرے اوپر اپنے علم وتقوی کا رعب جمانے کی کوشش کی جیسا کہ آج کے احبار ورہبان کی مجلسوں میں یہ چیز بآسانی دیکھی جاسکتی ہے۔

☆ ایک مرتبہ عالیہ اسپتال مئو کی مسجد میں ظہر کے وقت اچانک مولانا مرحوم سے ملاقات ہوگئی، ان کے ہمراہ کچھ اور لوگ بھی تھے، سلامتی ورحمت کی دعاؤں کے تبادلے اور خیریت واحوال پرسی کے بعد باتیں ہونے لگیں تو میں نے کتاب "الدیوبندیۃ" کے حوالے سے کچھ گفتگو کی، اتنے میں ظہر کی نماز کا وقت ہوگیا تو مولانا نے مجھ سے امامت کے لیے کہا، اس پر میں نے اپنی نااہلی اور شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آپ کے ہوتے ہوئے میں کیسے پڑھا سکتا ہوں، پھر یہ کہ ہم لوگوں (حنفیوں) کے پیچھے تو آپ لوگوں کی نماز ہوتی نہیں، اس لیے آپ ہی پڑھائیے، اس پر مولانا نے کہا کہ اب تو آپ ہی کو پڑھانا ہے اور زبردستی مجھے آگے کرکے اقامت شروع کردی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: "اب تو یقین ہوگیا نا کہ

ہماری بھی نماز ہوجاتی ہے''۔ میں اپنے اس طنز پر آج بھی شرمندہ ہوں اور مولانا کے اس مروت حسن اور علمی ظرف کو یاد کرتا ہوں تو سلف صالحین کی یاد تازہ ہوجاتی ہے جن کے درمیان مسائل میں اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کا انتہائی ادب واحترام ملحوظ تھا اور وہ رحماء بینہم کی بہترین مثال تھے۔ کاش یہ فضا پھر بحال ہوجائے۔(۱)

(۲) ڈاکٹر سید محمد انس ندوی لکھتے ہیں:

''شیخ تواضع کا پیکر تھے، جمعیت کی میٹنگوں میں "سید القوم خادمھم" کا عملی نمونہ دیکھنے کو ملتا تھا، کمیٹی کے ممبران کے قیام وطعام اور راحت کے لیے فکر مند رہتے تھے۔ آپ اپنا کام خود کرتے تھے، اپنے ساتھیوں کے کام میں ہاتھ بٹاتے بلکہ چھوٹی بڑی ہر قسم کی خدمت گزاری کے لیے تیار رہتے، اس میں وہ قطعاً عار نہیں محسوس کرتے تھے، بلکہ دوسروں سے شاید کام لینے میں وہ لطف نہ آتا ہو جو انھیں دوسروں کا کام کردینے میں آتا تھا۔ ان کے ساتھ سفر کا بھی اتفاق ہوا، ہوٹلوں میں ایک ساتھ کھانا بھی کھایا، ریل یا ٹیکسی کا کرایہ ہو یا ہوٹل کا بل، فوراً ادا کردیتے اور ہمارا ہاتھ اپنی جیبیں ٹٹولتا رہ جاتا۔ سفر وحضر میں ساتھ ہو اور خدمت گذاری میں ان سے پیش پاجائیں، مشکل نہ سہی دشوار ترین ضرور تھا۔ میں ان سے سن میں کم اور علم وعمل میں کورا وتہی دست، لیکن معاملہ ایسا فرماتے کہ احساس ندامت کے ساتھ دل میں ان کی بلند قامتی اور احترام کا جذبہ مزید پختہ ہوجاتا''۔(۲)

(۳) محدث کے خصوصی شمارے ہی میں استاذ محترم مولانا محمد یحییٰ فیضی رقمطراز ہیں:

''آپ شیخ الجامعہ ہونے کے باوجود اتنے متواضع وخاکسار تھے کہ طلبہ کے کمروں میں جب جاتے تو باہر پڑے ہوئے روٹی کے ٹکڑوں کو چن چن کر برتن میں رکھتے اور کہتے کہ 'یہ اللہ کی نعمت ہے، آپ لوگوں کو کھانے پینے کی اتنی فراوانی ہے، جبکہ فلسطین وافغانستان اور گجرات میں لوگ نان شبینہ کے محتاج ہیں'' اور اگر کبھی کوئی طالب علم پانی کی ٹونٹی کھلی چھوڑ دیتا تو اسے اپنے ہاتھ سے بند کرتے اور اللہ کی ایک ایک نعمت یاد دلاتے، سمجھاتے، تنبیہ کرتے اور کفران نعمت پر اللہ تعالی کی وعید کی یاد دلاتے ہوئے یہ آیت کریمہ تلاوت فرماتے: ﴿لئن شكرتم لأزيدنكم ولئن كفرتم إن عذابي لشديد﴾. (۳)

(۴) ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمۃ کے جو مضامین مجلّہ اشاعت السنۃ دہلی میں شائع ہوئے ہیں ان کو دار الکتب الاسلامیہ دہلی نے ''مضامین مبارکپوری'' کے نام سے کتابی شکل میں شائع کیا ہے جو تقریباً ۴۶۴ صفحات پر محیط ہے، اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب کی علمی شخصیت اور ان مضامین کی جامعیت وافادیت سے متعلق مختلف اہل علم نے اپنے تاثرات قلمبند کیے ہیں۔ ان میں سے ایک مضمون ''ڈاکٹر رضاء اللہ محمد ادریس مبارکپوری رحمہ اللہ: ایک تعارف'' کے عنوان سے والد گرامی مولانا اسعد اعظمی کا ہے۔ آپ نے ڈاکٹر صاحب کی سیرت وکردار کے حوالے سے دو واقعات ذکر کیے ہیں جنھیں نیچے نقل کیا جارہا ہے:

۱۔''جب میں جامعہ سلفیہ میں تدریس کے لیے آیا تو میری آمد ہفتہ عشرہ کے بعد ہی آپ دہلی کے ایک سفر پر گئے، دہلی میں تشریف فرما مولانا عبد اللہ صاحب مدنی جھنڈانگری نے میرے نام ایک دعوت نامہ آپ کے بدست ارسال فرمایا، جس دن آپ جامعہ واپس آئے، اسی دن عصر کی نماز کے بعد مسجد سے نکلتے ہوئے میری آپ سے ملاقات ہوئی۔ دار الضیافہ کی سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے آپ نے سفر کی کچھ تفصیلات بتائیں، پھر آپ پہلی منزل پر اپنے فلیٹ میں چلے گئے اور میں دوسری

(۱) ماہنامہ محدث بنارس، جون تا دسمبر ۲۰۰۳ء ص: ۱۸۳۔ (۲) ایضا ص: ۱۴۷-۱۴۸۔ (۳) ایضا ص: ۱۳۸-۱۳۹۔

منزل پر واقع اپنی رہائش گاہ میں آ گیا، تھوڑا سا وقت گزرا ہوگا کہ مجھے دروازے پر دستک سنائی دی، دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب ہاتھ میں ایک لفافہ لیے ہوئے مسکرا رہے تھے، پھر آپ اندر تشریف لائے اور دیر تک بیٹھ کر باتیں کرتے رہے، آپ کی اس شفقت اور ذرہ نوازی پر میں متعجب اور شرمندہ ہوا''۔(۱)

۲-''جامعہ میں اپنے فلیٹ میں مجھے ایک کرسی کی ضرورت تھی، ایک روز آپ اپنے آفس میں تشریف فرما تھے۔ میں نے قدرے بے تکلفی کے انداز میں اپنی ضرورت کا اظہار کرتے ہوئے آپ سے پوچھا کہ مجھے ایک کرسی کی ضرورت ہے، کہاں ملے گی ؟ آپ نے بھی کچھ اسی بے تکلفی سے فوراً جواب دیا: بازار میں، پھر بات ختم ہوگئی۔ اسی دن عصر کی نماز کے بعد دروازے پر دستک ہوئی، دروازہ کھولتا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ملازم ایک کرسی لیے کھڑا ہے، میرے سوال کرنے پر اس نے بتایا کہ شیخ الجامعہ صاحب نے بھیجا ہے، مجھے بے حد شرمندگی ہوئی اور آپ سے اپنی ضرورت کے اظہار پر دل ہی دل میں اپنے آپ کو ملامت کرتا رہا۔ پھر جب آپ سے ملاقات ہوئی تو میں نے شرمندگی اور معذرت کا اظہار کیا۔ آپ نے فوراً فرمایا کہ کوئی بات نہیں میرے پاس دو کرسیاں تھیں، ان میں سے ایک آپ کے پاس بھجوادیا۔ شفقت وایثار اور ہمدردی کی ایسی مثالیں کہاں مل سکیں گی''۔(۲)

مولانا اعظمی ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''علم میں کمال، عوام وخواص میں مقبولیت اور متعدد اعلی مناصب سے سرفرازی کے باوجود آپ نے ہمیشہ گمنامی کو ترجیح دی اور شہرت طلبی اور تعلی کا ادنی سا شائبہ بھی آپ کے یہاں نہیں پایا گیا۔ غریب اور نادار طلبہ کا پتہ لگا کر خاموشی سے ان کی مدد کرتے، بیماری کی صورت میں دوائیں منگا کر دیتے۔ جامعہ کے مندوب کی حیثیت سے خلیجی ممالک کا سفر کرتے تو اپنے لیے کوئی ہدیہ قبول نہ کرتے، اصرار کی صورت میں اسے لے کر جامعہ کے حوالے کر دیتے، جامعہ کے اساتذہ اور دوسرے رفقاء کے ساتھ اگر کبھی بے تکلفی یا شفقت میں کوئی ایسی بات منہ سے نکل جاتی جس میں دل آزاری یا تکلیف کا شبہ ہوتا تو متعلقہ شخص سے باصرار معافی مانگتے اور بسا اوقات رو پڑتے''۔(۳)

یہ تھی علم وعمل کا اعلی مقام پر فائز شخصیت کی انکساری، تواضع، خاکساری، جس کی مثال ملنی ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

مگر آہ! اس جہاں سے اچھے لوگ بہت جلدی گزر جاتے ہیں، ان کی اچھائیوں سے لوگ زیادہ دن مستفید نہیں ہو پاتے۔ ممبئی کی تاریخی ''دین رحمت کانفرنس'' اس لیے ہمیشہ یاد رکھی جائے گی کہ اس کے اندر قضا وقدر کے موضوع پر خطاب کرنے والا کچھ ہی دیر میں اپنے آپ کو قضا وقدر کے حوالے کر چکا تھا۔

یہ کس مقام پہ بچھڑا ہے کارواں تجھ سے ''قدر کا راز ہے'' حیراں ہے اس پہ دانائی

اللہ تعالی آپ کی حسنات کو قبول فرمائے، سیئات سے درگزر کرے اور امت کو آپ کے علمی ورثہ سے حتی الامکان مستفید ہونے کی توفیق بخشے، آمین۔

لوگ اچھے ہیں بہت دل میں اتر جاتے ہیں بس یہی ایک خرابی ہے کہ مر جاتے ہیں

☆☆☆

(۱) مضامین مبارکپوری، ص:۱۹۔ (۲) ایضا، ص:۱۹-۲۰۔ (۳) ایضا، ص:۱۸-۱۹۔

اخبار جامعہ

جامعہ سلفیہ میں ششماہی امتحان:

جامعہ سلفیہ کا ششماہی امتحان ۵/دسمبر ۲۰۱۵ء بروز سنیچر مطابق ۲۲/صفر ۱۴۳۷ھ کو شروع ہوکر ۱۷/دسمبر ۲۰۱۵ء بروز جمعرات مطابق ۵/ربیع الاول ۱۴۳۷ھ کو ختم ہوا۔ درمیان میں جمعہ کی تعطیل رہی۔

امتحان کا وقت صبح ۸:۳۰ سے ۱۱:۳۰ تک تھا۔

اس امتحان میں جامعہ سلفیہ، مدرسہ زید بن ثابت اور ملحق مدارس کے طلبا شریک تھے۔ شریک امتحان طلبا کی تعداد ۹۲۶ تھی جن میں ملحق مدارس کے طلبا ۲۵۱ تھے۔ یہ امتحان مسجد جامعہ، برآمدہ بالائی مسجد، سیمینار ہال، دارالحدیث ہال، زیریں منزل مسجد جامعہ اور درسگاہ متوسطہ وثانویہ میں لیا گیا۔ نگرانی کرنے کے لیے چھ گروپ بنائے گئے تھے اور ہر گروپ میں اساتذہ واسٹاف کو لے کر ۵/افراد تھے۔

امتحان کے بعد طلبا کو چھٹی دے دی گئی۔

جامعہ سلفیہ میں تعطیل:

جامعہ سلفیہ میں تعطیل ششماہی امتحان وموسم سرما کا آغاز ۲۳/دسمبر ۲۰۱۵ء مطابق ۱۱/ربیع الاول ۱۴۳۷ھ سے ہوا۔ ۱۵/جنوری ۲۰۱۶ء مطابق ۵/ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ کو چھٹی ختم ہوگئی اور ۱۶/جنوری بروز سنیچر سے دوبارہ تعلیم کا آغاز ہوا۔

جامعہ سلفیہ میں صحت بیداری پروگرام کیمپ:

جامعہ سلفیہ میں اپنی نوعیت کا پہلا پروگرام میکس ہاسپٹل دہلی کے تعاون سے بروز اتوار ۲۲/نومبر ۲۰۱۵ء منعقد ہوا جس میں ڈاکٹر ویویکا کمار، ڈاکٹر اتل کمار اور ڈاکٹر حامد نے اپنی خدمات انجام دیں۔ اس کیمپ میں ECG، بلڈ شوگر اور بلڈ پریشر کی مفت جانچ کی گئی۔

اس موقع پر ڈاکٹر ویویکا کمار نے امراض قلب کے تعلق سے بعض اہم باتیں حاضرین کو بتلائیں۔ اساتذہ وطلبہ اور شہر سے تشریف لائے افراد نے اس کیمپ سے فائدا ٹھایا۔

اس پروگرام میں CMO بنارس اور اپولو ہاسپٹل بنارس کی ڈائریکٹر نے بھی شرکت کی۔

شبلی کالج اعظم گڑھ کے سیمینار میں جامعہ سلفیہ کے اساتذہ کی شرکت:

شبلی کالج اعظم گڑھ میں ۲۱، ۲۲/نومبر ۲۰۱۵ء کو ایک عالمی سیمینار بعنوان: ’’سیرت اُمہات المومنین رضی اللہ عنہن‘‘ منعقد ہوا جس میں جامعہ سلفیہ سے مقالہ نگاران کی حیثیت سے شیخ اسعد اعظمی، شیخ محمد اسلم مبارک پوری، شیخ عبدالرحیم ریاضی اور شیخ دل محمد سلفی نے شرکت فرمائی۔ ☆☆

عالم اسلام

ظل الرحمٰن سلفی رسنٹرل لائبریری

دہشت گردی کے خلاف ۳۴ر اسلامی ممالک کا عسکری اتحاد سعودی عرب کی قیادت میں:

سعودی خبر رساں ایجنسی ایس پی اے کے مطابق دہشت گردی سے نمٹنے کے لیے پاکستان سمیت ۳۴ر اسلامی ممالک نے سعودی عرب کی قیادت میں ایک فوجی اتحاد تشکیل دینے کا اعلان کیا ہے۔اس اتحادی فہرست میں مصر،قطر،عرب امارات جیسے کئی ممالک کے ساتھ ساتھ ترکی،ملیشیا،پاکستان اور افریقی ممالک بھی شامل ہیں۔آپسی روابط اور ملٹری آپریشن کی غرض سے اس کا مشترکہ آپریشن سنٹر ریاض ہوگا۔مذکورہ اسلامی ممالک شدت پسندی میں ملوث ہر اس تنظیم اور گروہ کے خلاف کارروائی کریں گے جو زمین میں فساد برپا کررہے ہوں اور جن کا مقصد معصوم افراد میں دہشت پھیلانا ہو،چاہے اس کا کوئی بھی نام ہو یا اس کا کسی بھی مسلک سے تعلق ہو۔

مزید اس کے علاوہ شہزادہ محمد بن سلمان نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ اسلامی فوجی اتحاد صرف داعش ہی نہیں بلکہ ہر اس دہشت گردی کا مقابلہ کرے گا جو امت مسلمہ کے مقابل میں آئے گا۔

عالم اسلام کی دو عظیم شخصیات کا یکے بعد دیگرے سانحۂ ارتحال:

مورخہ ۲۲/۱۲/۲۰۱۵ء بروز منگل پورے عالم اسلام کے لیے نہایت ہی اندوہناک ثابت ہوا۔ابھی مورخ اسلام مولانا محمد اسحاق بھٹی کی وفات (جو مذکورہ تاریخ ہی میں بوقت ۳ر بجے شب ہوئی) کا غم ابھی تازہ ہی تھا کہ صرف چند گھنٹوں کے بعد یعنی صبح دس بجے عظیم داعی ومفکر،ادیب وشاعر وخطیب مولانا عبداللہ مدنی جھنڈانگری کی ناگہانی رحلت نے فرزندان توحید کے دلوں میں مزید غم واندوہ پیدا کردیا۔پہلی عظیم شخصیت جنھوں نے پاکستان کے شہر لاہور میں ۹۰ سالہ عمر گرانمایہ گذار داعی اجل کو لبیک کہہ دیا،وہ فی الجملہ برصغیر کی علمی،دعوتی،ادبی وثقافتی اور سیاسی تاریخ کا ایک چلتا پھرتا دائرۃ المعارف تھے۔ان کے عظیم کارنامے،تذکرے اور سوانح حیات جس کو انھوں نے نہایت ہی سلیقہ مندی وثقاہت سے مرتب کیا ہے،وہ ان کی علمی شخصیت کا آئینہ دار ہیں۔

دوسری عظیم شخصیت جو ملک نیپال کے جھنڈانگر میں ایک علمی گھرانے سے تعلق رکھتی ہے،جن کا شمار نامور اور چوٹی کے علماء میں ہوتا ہے۔

۱۹۵۵ء-۲۰۱۵ء معروف ادیب ودانشور مولانا عبداللہ مدنی جھنڈانگری ۶۱ سالہ عمر عزیز گذار کر اس دار فانی سے دار بقا کو رحلت فرماگئے۔وہ ہندوستان کی عظیم درس گاہ جامعہ سلفیہ بنارس،ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ساتھ ساتھ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے بھی سند یافتہ تھے۔بعد ازاں آپ نے مختلف اداروں میں تدریسی فرائض انجام دیئے۔مزید اس کے علاوہ ان کا اہم کارنامہ ملک نیپال میں مرکز التوحید کا قیام،نیز مدرسہ خدیجۃ الکبری للبنات کی تاسیس کے ساتھ تاحیات اس کے ناظم اعلی رہے،علاوہ ازیں آپ متعدد مناصب اور عہدوں پر فائز رہے۔مرکزی جمعیت اہل حدیث نیپال کے تادم آخر سرپرست رہے۔ماہنامہ ''نور توحید'' جس کے آپ چیف ایڈیٹر تھے،اس کے معیار کو بلند کرنے میں ان کا کافی اہم کردار رہا۔نیپال کی ادبی تنظیم ''ارتقائے اردو ادب'' کے بانی وصدر بھی آپ ہی تھے۔ ☆

باب الفتاوی

سوال: سردی کے موسم میں پاؤں میں موزہ اور ہاتھ میں دستانہ پہن کر یا گرمی کے ایام میں زمین سخت گرم ہونے کی وجہ سے پیشانی کے نیچے کپڑا یا تولیہ رکھ کر نماز پڑھنے سے کچھ لوگ منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے نماز صحیح نہیں ہوتی ہے۔ان لوگوں کا منع کرنا اور ایسا کہنا شرعاً کیسا ہے؟ آپ سے گزارش ہے کہ کتاب وسنت کی روشنی میں اس کا مدلل جواب عنایت فرمانے کی زحمت کریں۔

الجواب بعون الله الحميد ومنه التوفيق والتسديد:

مذہب اسلام اللہ رب العالمین کا آخری دین ہے جو رہتی دنیا تک کے لیے ہے۔یہ دین انسانی فطرت سے ہم آہنگ اور بہت آسان دین ہے۔اس میں کسی طرح کی کوئی شدت اور تنگی نہیں ہے۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿ما يريد الله ليجعل عليكم من حرج﴾(المائدۃ:٦)اللہ تعالی تم پر کسی قسم کی پریشانی ڈالنا نہیں چاہتا ہے۔دوسری جگہ ارشاد ہے:﴿وما جعل عليكم في الدين من حرج﴾(الحج:٨٧)اللہ نے تم لوگوں کے اوپر دین میں کوئی تنگی نہیں بنائی ہے۔ہادی عالم نبی آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔"إن الدين يسر"(صحیح بخاری:٣٩)بلا شبہ دین اسلام آسان دین ہے۔ اس مفہوم کی بہت سی آیات واحادیث ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ دین اسلام واقعی آسانی والا دین ہے۔اور یہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے صحابہ کرام کو ہدایت بھی تھی جیسا کہ معاذ بن جبل اور ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہما کو یمن بھیجنے والی حدیث میں صراحت ہے۔

اس مختصر تمہید کے بعد واضح ہو کہ سردی کے موسم میں پاؤں میں موزہ اور ہاتھ میں دستانہ پہن کر یا گرمی کے ایام میں زمین سخت گرم ہونے کی وجہ سے پیشانی کے نیچے کپڑا یا تولیہ رکھ کر نماز پڑھنا درست ہے۔اس کے جواز میں امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں یہ باب باندھا ہے: باب السجود على الثوب في شدة الحر، وقال الحسن : كان القوم يسجدون على العمامة والقلنسوة ويداه في كمه یعنی گرمی کی شدت میں کپڑے پر سجدہ کرنے کا جواز،حسن (بصری) نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین عمامہ اور ٹوپی پر سجدہ کرتے تھے۔اوران کے ہاتھ آستین میں (چھپے) ہوتے تھے۔

اس حدیث کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے جو حدیث ذکر کی ہے،اس کے الفاظ یہ ہیں: عن أنس بن مالك، قال: كنا نصلي مع النبي ﷺ فيضع أحدنا طرف الثوب من شدة الحر في مكان السجود(صحیح بخاری:٣٨٥)انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہم صحابہ کرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو ہم میں سے ہر کوئی سجدہ کی جگہ میں شدت حرارت سے بچنے کے لیے اپنے کپڑے کا کنارہ رکھ لیتا تھا۔

یہی روایت صحیح مسلم (۱۹۱-۶۲۰) میں بایں لفظ مروی ہے: كنا نصلى مع رسول الله ﷺ فى شدة الحر فإذا لم يستطع أحدنا أن يمكن جبهته من الأرض بسط ثوبه فسجد عليه ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ سخت گرمی میں نماز پڑھتے تھے۔ہم میں سے کوئی اپنی پیشانی کو زمین پر رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا تو اپنا کپڑا بچھا لیتا اور اس پر سجدہ کرتا۔

حدیث کا منطوق جس طرح شدت حرارت کی وجہ سے کپڑے پر سجدہ کرنے کے جواز پر دلالت کرتا ہے اسی طرح مفہوم حدیث بھی موسم سرما میں پاؤں میں موزہ اور ہاتھ میں دستانہ پہن کر نماز پڑھنے یا اس پر سجدہ کرنے کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔ کیوں کہ دونوں علت میں متحد ہیں۔ چنانچہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر-رحمہ اللہ- لکھتے ہیں:

فى الحديث جواز استعمال الثياب وكذا غيرها فى الحيلولة بين المصلى وبين الأرض لاتقاء حرها وكذا بردها اس حدیث میں کپڑا اور دیگر کسی ایسی چیز کے استعمال کے جواز کا ثبوت ہے، جو نمازی اور زمین کے درمیان سردی اور گرمی بچانے کے لیے حائل ہو۔اور جواز کے قائلین نے اس میں حاجت اور غیر حاجت کی کوئی قید نہیں لگائی ہے۔اور اسی حدیث سے امام شافعی وغیرہ نے نمازی کے کپڑے کے علاوہ کسی دوسرے الگ کپڑے پر سجدہ کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔اور امام بیہقی نے ان کی تائید کی ہے (فتح الباری:۱/ ۵۸۸)

شیخ الحدیث مبارک پوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: هذه الروايات تدل على جواز السجود على الثوب المتصل بالمصلى وعلى جواز استعمال الثياب وكذا غيرها فى الحيلولة بين المصلى وبين الأرض (مرعاۃ المفاتیح:۳/ ۳۹۱) یہ روایتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مصلی کا اپنے کپڑے پر سجدہ کرنا جائز ہے اور دوسرے کپڑے کے استعمال کے جواز پر بھی دلیل ہیں۔

عربی زبان میں 'ثوب' اس کپڑے کو کہتے ہیں جو سلا ہوا نہ ہو۔ بسا اوقات سلے ہوئے پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔(فتح الباری ۱/ ۵۸۸)

دوسری روایت میں ہے: عن ميمونة قالت: كان النبى صلى الله عليه وسلم يصلى على الخمرة (صحیح بخاری: ۳۸۱، صحیح مسلم: ۲۷۰-۵۳۱) میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر نماز پڑھتے تھے۔

خمرہ (خاء کو پیش، میم ساکن اور راء کو زبر) عربی زبان میں اس چھوٹی جائے نماز کو کہتے ہیں جو کھجور کے شاخوں سے بنی ہوتی ہے۔اس کا 'خمرہ' نام اس لیے رکھا گیا کہ چہرہ اور ہتھیلی کو زمین کی حرارت و برودت سے بچاتی ہے۔اس پر نماز پڑھنے کی درستگی پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔اس اتفاق کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۱/ ۵۸۲) میں نقل کیا ہے۔

سردی کے موسم میں پاؤں میں موزہ اور ہاتھ میں دستانہ پہن کر یا گرمی کے ایام میں زمین سخت گرم ہونے کی وجہ سے

پیشانی کے نیچے کپڑا یا تولیہ رکھنے سے جو لوگ منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے نماز نہیں ہوتی ہے یا نماز میں خلل پڑتا ہے تو ان لوگوں کی تائید کسی حدیث سے نہیں ہوتی ہے۔ غالباً ان کا خیال ہے کہ نماز میں اعضائے سجدہ کا زمین پر بغیر کسی حائل کے پڑنا صحت نماز کے لیے شرط ہے۔

عمر بن عبد العزیز کے بارے میں منقول ہے: أنه كان يوتى بتراب فيوضع على الخمرة فيسجد عليه وہ مٹی منگا کر جائے نماز پر رکھتے پھر اسی مٹی پر سجدہ کرتے تھے۔ ابن ابی شیبہ (۴۰۶۲) نے عروہ بن زبیر کا یہ اثر نقل کیا ہے: أنه كان يكره الصلاة على شيء دون الأرض وہ زمین کے علاوہ کسی چیز پر سجدہ کرنے کو ناپسند کرتے تھے۔

عمر بن عبد العزیز کا مذکورہ اثر ضعیف ہے۔ حافظ ابن رجب حنبلی نے فتح الباری (۳/۲۴) میں اسے صیغہ تمریض (رُوِی) سے بیان کیا ہے۔ اور عروہ بن زبیر کی اپنی ذاتی رائے ہے جو حدیث کے مقابلہ میں قابل اعتناء نہیں۔

اعضائے سجدہ کا زمین پر بغیر کسی حائل کے پڑنا صحت نماز کے لیے شرط نہیں ہے اور نہ ہی ایسی کوئی چیز ذخیرۂ حدیث میں ملتی ہے۔ اس کی تردید علماء کے مذکورہ اتفاق سے ہوتی ہے اور ان احادیث سے بھی ہوتی ہے جن میں یہ وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چٹائی، بستر، نعال اور موزہ میں نماز پڑھی ہے (صحیح بخاری: ۳۸۰، ۳۸۲، ۳۸۶، ۳۸۷، صحیح مسلم: ۲۷۱-۶۶۱)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ ان احادیث سے سردی کے موسم میں پاؤں میں موزہ اور ہاتھ میں دستانہ پہن کر یا گرمی کے ایام میں زمین سخت گرم ہونے کی وجہ سے پیشانی کے نیچے کپڑا یا تولیہ رکھ کر نماز پڑھنے کے جواز پر اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ ان صورتوں میں اعضائے سجدہ زمین پر مباشرۃً نہیں پڑتے ہیں، بلکہ بعض اعضائے سجدہ چھپ جاتے ہیں۔ اسی طرف امام بخاری نے اپنی تبویب میں اشارہ کیا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ کسی حائل کی وجہ سے بعض اعضائے سجدہ کا زمین پر ڈائرکٹ نہ پڑنے سے نماز درست ہو جاتی ہے اور کوئی خلل نہیں پڑتا ہے (فتح الباری ۱/۵۸۳، ۵۸۸)

هذا ما عندي والله تعالى أعلم، وعلمه أتم وأحكم

دار الإفتاء

جامعہ سلفیہ (مرکزی دار العلوم) بنارس

☆☆☆